بھی مغربی طرز کے ہیں، اور اسی رنگ کی شوخی اور بے حجابی بھی ہے،

سوانح برادران باربروسہ، از جناب رحمت نبی خان صاحب رامپوری ۱۰۳ صفحے قیمت ۸ر

جناب صولت حسین خان ایم اے، قاضی ٹولہ بریلی،

اس رسالہ میں سولہویں صدی کے مشہور مجاہد خیر الدین (باربروسہ) کے سوانح حیات اور جنگی کارنامے بیان کئے گئے ہیں، واقعہ نگاری میں جذبات و عواطف کی ترجمانی زیادہ شامل ہوگئی ہے،

سبل السلام، از مولوی خواجہ محمد عبد الحی صاحب فاروقی استاذ تفسیر جامعہ ملیہ قرول باغ دہلی، ۹۶ صفحے، قیمت ۱۲ر

مولوی خواجہ محمد عبد الحی صاحب فاروقی جدید مذاق پر قرآن مجید کی مختلف سورتوں کی تفسیریں وقتاً فوقتاً شائع کرتے ہیں، اس سلسلہ کی یہ بھی ایک کڑی ہے، اس میں اٹھائیسویں پارے کی سورتوں کی تفسیر درج ہے، فہرست مضامین کی بعض جلی سرخیاں یہ ہیں "مجلس شوری" "قیام سلطنت" "ترک موالات" "علمائے ملت" "ارباب دولت" "دین و سیاست" اور "نصب العین کی حفاظت" وغیرہ،

گاندھی نامہ (حصہ اول) از جناب میان محمد رفیق صاحب خاور، ایم اے، باغبان پورہ، لاہور، ۱۹۲ صفحے، قیمت ۱۲ر

یہ گاندھی جی کی منظوم سوانح عمری ہے جسے "ایک مسلم شاعر نے ایک مسلم شاعر کی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک "آزاد خیال شاعر" کی حیثیت" سے لکھا ہے اور یہ بھی اعتراف کیا ہے کہ شاعر نہ صرف معانی میں آزاد ہے، بلکہ زبان و بیان کے مصنوعی اصولوں کی پابندی کو تنگ نظری و ناشناسی پر محمول کرتا ہے، واقعات گہرے وارفتگانہ انداز اور والہانہ جذبات کے ساتھ لکھے گئے ہیں، اور یہ پہلا حصہ گاندھی جی کے سفر ولایت تک کے حالات پر مشتمل ہے،

مسلمانان مورشش ملنے کا پتہ حکیم عبد اللہ رسید نواب نبی خانہ مولوی اکبر اردو محلہ حیدرآباد دکن حجم ۹۶ صفحے،

اس رسالہ میں مسلمانان جزیرہ مورشش کے تعلیمی، معاشرتی، صنعتی اور سیاسی حالات بیان کئے گئے ہیں، رسالہ پر معلومات ہے،

"ص س"

جلد ۳۶	ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ماہ اگست ۱۹۳۵ء	عدد ۲

مضامین

شذرات

اخبارات کی زبانی ناظرین تک یہ خبر پہنچی ہوگی کہ ہماری زبان کے پرانے ادیب و مصنف اور مسلمان لڑکیوں کی تعلیم و تربیت کے مشہور مبلّغ مولوی سید ممتاز علی صاحب مہتمم تہذیب نسواں لاہور نے وفات پائی۔ انا للہ، مرحوم کا وطن دیوبند تھا عربی کی تعلیم پائی تھی، اور ساتھ ہی جدید تعلیم سے بھی بہرور تھے، اس زمانہ میں سرسید مرحوم کی تحریک کا شباب تھا، اس شمع کے گرد جو پروانے جمع ہوگئے تھے ان میں ایک یہ بھی تھے، مسلمانوں میں وہ پہلے شخص تھے جس نے تعلیم نسواں کے تبلیغ کی، اور اس تبلیغ میں ان کو کامیابی ہوئی وفات کے وقت ان کا سن ستر کے قریب ہوگا، ابھی اسی سال کی اخیر جنوری میں لاہور میں ملاقات ہوئی تھی، اسی وقت وہ زار و نزار، اور حبس بول کی شکایت میں مبتلا تھے، آخر وہ اس تکلیف سے جانبر نہ ہوسکے اور چل بسے، اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے، نہایت خوش خلق، متواضع، اور مرنج و مرنجان بزرگ تھے،

یکم جولائی ۱۹۳۵ء سے خاکسار اڈیٹر سفر میں ہے، چند روز راہ میں بھوپال ٹھہرا، اور اب ۸ جولائی سے حیدرآباد دکن میں قیام ہے، اور شاید اس پرچہ کے آپ کے ہاتھوں میں پہنچنے تک اعظم گڈھ کو واپسی ہو، وجہ سفر حیدرآباد میں فقہ کے قانونِ قتل و قصاص کی ترتیب و تدوین کی مجلس میں شرکت ہے، مجلسِ مذکور کے اجلاس متواتر ہو رہے ہیں، اور شاید دو ہفتوں تک اور ہوں،

اس سفر کے علمی فوائد انشاء اللہ واپسی کے بعد آپ تک بھی پہنچینگے، ریاست بھوپال کا سرکاری کتبخانہ جسکا نام کتب خانۂ حمیدیہ ہے، چند برسوں میں بہت کچھ بڑھ گیا ہے، اسی طرح حیدرآباد کے علمی خزانوں میں پہلے سے بہت زیادہ اضافہ ہوگیا ہے، جامعۂ عثمانیہ کے شہر کے باہر بنجانے سے کہنا چاہئے کہ ایک نیا مدینۃ العلم آباد ہو رہا ہے، سرکار آصفیہ اس کی تعمیرات پر جس فیاضی سے خرچ کر رہی ہے، اسکی مثال تاریخوں میں بھی نہیں مل سکتی، اور ہماری زبان کو اس سرکار دولتمدار کی ان کوششوں سے وہ استواری مل رہی ہے، جس کو انشاء اللہ حوادث کا طوفان بھی اپنی جگہ سے نہیں ہلا سکے گا،

جاپان کے اسکول آف فارن لینگویجز (مدرسۃ الالسنۂ خارجیہ) کے ہندوستانی پروفیسر نور الحسن برلاس صاحب اپنے ایک مکتوب مورخہ ۲۶ جون ۱۹۳۵ء میں لکھتے ہیں:-

"معارف جاری کرنے کا تہ دل سے شکریہ عرض ہے، پروفیسر گامو ہندوستانی زبان کے جاپانی پروفیسر اسے دیکھ کر بہت محظوظ ہوئے، انھیں اسلامی تمدن کی تحقیقات کا بڑا شوق ہے، آپ کی اور علامہ شبلی کی تصنیفات سے بہت استفادہ کرتے ہیں، جاپانی زبان میں مضمون بھی لکھتے رہتے ہیں"

اس اقتباس سے معلوم ہوگا کہ ہماری ہندوستانی زبان مشرق اقصیٰ کے کناروں تک پہنچ چکی ہے،

ہندوستان کی اس عالمگیر اور وسیع زبان کا غلط نام اردو ایسا مشہور ہوگیا ہے کہ لوگ مذہبی اصطلاحات کی طرح اس کو پکڑے ہوئے ہیں، حالانکہ اس لفظ کے اندر اس زبان کی پیدایش کی بالکل غلط تاریخ پوشیدہ ہے، عموماً ہر زبان کا نام اس زبان کے ملک یا قوم کی ہمنامی سے پیدا ہوتا ہے، اس لئے ہندوستان کی اس عام مشترک زبان کا صحیح نام ہندوستانی ہو سکتا ہے، اور یہ وہ نام ہے جو کم از کم تین چار سو

برس سے اس زبان کا رکھا گیا ہے،

اردوے معلیٰ "شاہجہان آباد میں مغل دربار یا قلعہ کی آبادی کا نام تھا، شروع شروع میں اسکا نام "زبان اردوی معلیٰ" یعنی دلّی کے شاہی قلعہ کی زبان مشہور ہوا، اور استعمال کی کثرت سے انگریزی عہد میں اردو یعنی شاہی قلعہ اس زبان کا نام قرار پاگیا، جو سراسر غلط اور بے اصل ہے، اور گویا یہ کہنا ہے کہ یہ دہلی کے شاہی قلعہ کی زبان تھی، جو سارے ہندوستان میں پھیلادی گئی، حالانکہ یہ بات بالکل بے بنیاد ہے،

اس زبان کا ابتدائی نام ہندی، یا ہندوستانی اور زبان ہندوستان تھا، ہمارے ہموطنوں نے ہندی کو اپنی ایک خاص زبان اور رسم خط کے معنوں میں لیکر ایسا مشہور کردیا کہ یہ نام اس کے لئے خاص ہوگیا، اب دوسرا نام **ہندوستانی** باقی ہے، اگر اردو کو چھوڑکر اس کے اس اصلی اور قدیم نام کو زبان زدِ خاص و عام نہیں کیا گیا، تو

ڈر ہے کہیں یہ نام بھی مٹ جائے نہ آخر
مدت سے اسے دورِ زماں میٹ رہا ہے

پچھلے سال اس مسئلہ پر مسلم یونیورسٹی علی گڈہ میں ایک مقالہ "ہندوستان میں ہندوستانی" کے عنوان سے پڑھا تھا، اس دفعہ اسی موضوع پر جامعہ عثمانیہ کے یونین میں ایک مفصل تقریر کی، تاکہ شمال و جنوب کی دونوں یونیورسٹیوں کے سامنے اس نام کی اہمیت نمایاں ہوجائے، ضرورت ہے کہ ہمارے اخبارات اور رسالے جن میں بے محل معارف بھی داخل ہے، آیندہ سے اردو کے بجائے ہندستانی کو رواج دیں،

ہندوستان کی اسلامی ریاستوں میں عورتوں کے حقوق کی اصلاح و تعیین اور ان کے حقوق کے تحفظ کے لئے عدالتی قوانین کے وضع کرنے کا میلان بڑھتا جاتا ہے، اس راہ میں سب سے پہلا قدم اعلیحضرت رفعت مآب نواب **بھوپال** خلداللہ ملکہا نے اٹھایا، اور قانونِ فقہی کے مختصر دفعات جو اس زمانہ کے لئے موزوں ہوسکتے تھے علماء کے مشورہ سے وضع کرکے نافذ فرمائے، اس کے بعد ریاست **جاورہ** نے اسی قسم کی کوشش کی جسکی تفصیلی اطلاع بجز ایک استفسار کے ہم تک نہیں پہنچی، اب یہی تحریک سلطنت آصفیہ کی مجلس قانونی میں پیش ہے، مجلس مذکور کے ایک مسلمان ممبر نے ایک مسودہ تیار کیا ہے، جو استصواب کی غرض سے عام طور سے شائع کیا گیا ہے، وہاں کے علماء کی مجلس نے کسی قدر ترمیم کے ساتھ اپنا دوسرا مسودہ تیار کیا ہے، لیکن ہنوز علماء عام طور سے اس دوسرے مسودہ کی تائید میں بھی نہیں ہیں، ہم ابھی حنفی اور شافعی اور مالکی کی جنگ میں مبتلا ہیں، اور زمانہ سرے سے فقہ اسلامی کی ضرورت سے منکر ہونے پر تل رہا ہے،

جنگِ عظیم کے بعد سے اہل حجاز اور خصوصاً ساکنین مدینہ منورہ جس فقر و فاقہ میں مبتلا ہوگئے ہیں، انکی طرف دنیاے اسلام نے اب تک جیسی توجہ چاہئے تھی نہیں کی، ملک حجاز ظاہر ہے کہ ایک بے آب وگیاہ ملک ہے لیکن مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس کی زمینیں سرسبز و شاداب ہیں، مگر واقعہ یہ ہے کہ سلاطین اسلام نے ان کی خدمت مشائخ زادوں کی طرح کی ہے، ان سلاطین کی نیک نیتی اور جذبۂ ایمانی میں شک نہیں، لیکن اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کماکر کھانے کی قوت ان سے زائل ہوگئی،

اب زمانہ کے انقلاب سے نہ وہ سلاطین اسلام باقی ہیں، نہ ان کے اوقاف کا پتہ ہے، ہندوستان عراق شام، روم، مغرب جہاں بھی حرمین محترمین کی خدمت کے لئے اوقاف تھے وہ غیراسلامی سلطنتوں کے قبضہ میں چلے گئے، اور بند ہوگئے، لے دے کر مصر میں اوقاف باقی ہیں، مگر وہ قومیاتی سیاسیات کے چکر میں پڑگئے ہیں

کسی سال غلہ چلا جاتا ہے، کسی سال بند ہو جاتا ہے،

حیدرآباد بھی ایک اسلامی سلطنت ہے، یہ بھی اپنے مقدور بھر اہلِ حجاز کی خدمت بجالاتی ہے، لیکن جو چیز زیادہ تسکین دہ ہے، وہ یہ ہے کہ یہاں کے متعدد اعلیٰ منصبداروں نے حجاز کی امداد کے لئے چند غیر سرکاری مجلسیں قائم کی ہیں، جنمیں یہ مشترک مقصد شامل ہے کہ حرمین محترمین میں ایسے کارخانے اور صنعتگاہیں قائم کیجائیں، جنمیں حجاز کے ناداروں کو کام مین لگایا جائے، اور ان کو اس محنت و مزدوری کے ذریعہ سے فائدہ پہنچایا جائے، ہمارے خیال میں اہلِ حجاز کی امداد کی یہ بہترین صورت ہے، کیا اچھا ہو کہ یہ کل کام کرنے والے مل کر کام کریں اور ساتھ ہی ہندوستان کے دوسرے شہروں میں بھی اس غرض کے لئے کچھ اشخاص کھڑے ہوں یا معتبر انجمنیں قائم ہوں،

ایک زمانہ تھا کہ علمائے اسلام باوجود سفر کی دقتوں، اور ذرائعِ اطلاع کی مشکلوں کے اس طرح باہم ایک دوسرے کے فضل و کمال سے آشنا تھے کہ مشرق کا عالم مغرب کے علماء سے، اور مغرب کا عالم مشرق کے علماء سے اچھی طرح واقف اور ایک دوسرے کے علم سے مستفید ہوتا تھا، اور یہ سب صدقہ تھا حج کے اصلی مقاصد کی زندگی کا، اب جو لوگ حج کرنے جاتے ہیں، وہ تو صرف سر کا بوجھ اتارنے جاتے ہیں، نتیجہ بھی وہی ہے، کہ روحانیت اور قبولِ ثواب کی برکات کا حال تو اللہ جانے مگر مادی و علمی نقطۂ نظر سے تو یہ سفر جس عجلت اور بیگانہ وشی کے ساتھ کیا جاتا ہے، وہ نہ کرنے کے برابر ہے، ابھی آج سے تیس چالیس سال پہلے تک جب حرمین محترمین میں بڑے بڑے علماء موجود تھے، اور کچھ نہ ہی تو دنیائے اسلام کے علماء حصولِ برکت اور سلسلہ کے لئے قرآن پاک و احادیث کی سندیں ہی حاصل کرتے تھے، مگر افسوس کہ ساڑھے تیرہ سو برس کی جلتی ہوئی یہ شمع بھی بجھتی نظر آتی ہے، لاقدر اللہ،

مقالات

جدید کلام
قدیم زبان مین
(۲)

از مولینا سید مناظر احسن صاحب گیلانی استاذ دینیات جامعہ عثمانیہ حیدرآباد دکن

ان کل مباحث سے فارغ ہونے کے بعد آپ کی توجہ اسلام کے ان جزئی مسائل کی طرف منعطف ہوئی ہے، جن سے یورپ کی ساختہ پرداختہ جدید ذہنیت و عقلیت کو خواہ مخواہ دکھ پہنچتا ہے، یا پہنچ سکتا ہے، ان تمام مباحث میں آپ نے خصوصیت کیساتھ دو باتوں کا التزام کیا ہے، (۱) یورپ کے اسّی فی صدی باشندے جس مذہب کو اپنی زندگی کا آئین و دین بنائے ہوئے ہیں، اسی پر جینا اور اسی پر مرنا چاہتے ہیں، خود اس مذہب میں ان مسائل کے متعلق کس قسم کے احکام اور معلومات ہین، اس سے بڑا مقصد آپ کا ان پادریون اور باشندگان یورپ کو شرم دلانا ہے، جو اسلام پر منہ آتے ہین، حالانکہ وہ ساری نکتہ چینیان خود اس دین پر ایک ایک کرکے منطبق ہیں، جسے انھون نے اپنا دین بنا رکھا ہے، اس قسم کی باتون کے بعد آپ نے لکھا ہے، اور بجا لکھا ہے کہ

"وہی حضرت عیسیٰ کی بات پوری ہوئی، کہ اپنی آنکھ کی شہتیر نہیں دیکھتے ہو، اور بیگانہ کی آنکھ کا تنکا دیکھتے ہو،"

۲- دوسری یہ کہ جن مسائل کے متعلق دعویٰ کیا جا رہا ہو، کہ انسانی عقل و فطرت پر وہ گراں ہیں، اگرانی کا یہ افسانہ آیا واقعی ہے یا صرف یورپ کے منہ زور دن، قلم کے چالاک دستوں، کلیسائی کے دشمنون کے انتہا پسند گروہ کے فقط شو

وغوغا جدل ومشاغبہ سے یہ وہم پیدا ہو گیا ہے،

آپ نے ہر ایسے سوال کو جہانتک اس زمانہ میں رسائی ممکن تھی، اٹھایا ہے، اور ان ہی دونون اصول کے ماتحت سب کے ایسے جوابات دیئے ہیں، کہ بلا مبالغہ کہا جا سکتا ہے، کہ آجتک جو کچھ کہا گیا ہے، اس کا ایک بڑا کارآمد اور قیمتی حصہ اس کتاب میں آگیا ہے، نمونہ کے لئے چند مسائل کا ذکر کرتا ہون،

اس ذیل میں آپ نے مسئلہ تقدیر جسمانی دوزخ اور جنت، تعدد ازدواج رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایمان وعمل کے نتائج، اور ان کے امتیازات، حقیقت عبادات، قانون مغفرت کی تشریح، زمین کے قطبی علاقے جہان دن رات مہینون دراز ہو جاتے ہیں، وہان نماز وروزہ کی ادائی کی شکل، ذوالقرنین کے قرآنی قصہ میں آفتاب کے چشمہ میں غروب ہونے کی نوعیت، مسئلہ نسخ ادیان، مسئلہ جہاد کی حقیقت، اسلام اور تلوار کا تعلق، قانون قتل مرتد، اشاعت اسلام کے اسباب، اسلامی حکومت اور غیر اسلامی حکومت میں اصولی فرق، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بائبل کی پیشنگوئیان، خود آنحضرت کی وہ پیشینگوئیان، جو اس وقت تک پوری ہوتی جائیں گی، آپ کے معجزات وغیرہ،

تعارف وتبصرہ کے کسی مضمون میں مشکل ہے، کہ ان تمام مباحث کا استقصار کیا جائے، جو اس کتاب میں درج ہین تاہم بطور نمونہ کتاب کی چند اہم باتون سے ناظرین کو محروم رکھنا بھی ایک ظلم ہے،

مسئلہ تقدیر | حسب دستور اس مسئلہ کے متعلق مغربی مذاہب یعنی یہودیت ونصرانیت کی مستند کتابون سے ان شہادتون کا انبار لگا دیا ہے، جن سے مسئلہ تقدیر ثابت ہوتا ہے، اور واقعہ یہ ہے، کہ دنیا کا کونسا مذہب یا دھرم ایسا ہے، جسمیں فطرت کے اس اٹل قانون کی تعلیم نہیں دی گئی ہے، پھر تحقیقی طور پر اس مسئلہ کی تقریر کی ہو فرماتے ہین،

"آیتون اور حدیثون کے جمع کرنے سے دو باتین ثابت ہوتی ہیں، ایک تقدیر کا مسئلہ اور دوسرے یہ کہ آدمیون کے افعال بمشیت الٰہی ظہور میں آتے ہین،"

آپ نے ان دونون مسئلون کو الگ الگ مسئلہ قرار دیا ہے، پہلے مسئلہ تقدیر کی تقریر کتنے صاف اور واضح لفظوں میں کرتے ہیں:۔

"سو تقدیر کے معنی ہمارے اصول میں یہ ہیں، کہ جو کچھ عالم ظہور میں نمودار ہوتا ہے، منجملہ جواہر ہو، خواہ منجملہ اعراض، سب کا انداز ظہور کا یعنی یہ کہ کیا؟ کون؟ کیسا؟ کتنا؟ اور کب؟ وغیرہ لوازم ظہور ازل سے خداوند تعالیٰ کے علم میں داخل ہے، کہ سر مو اس کے خلاف ظہور مین نہیں آسکتا ہے، او جو چیز جس انداز سے ظاہر ہوتی ہے، وہ خداوند تعالیٰ کے سابقہ علم ازلی سے باہر نہیں ہوسکتی، جو کچھ اسے معلوم ہے، اس کا ظہور اوس کی نسبت سے ہوتا ہے، یعنی اگر وہ چاہتا ہے، تو ظاہر ہوتا ہے، او اگر نہیں چاہتا تو نہیں ظاہر ہوتا،"

گویا آپ کے نزدیک تقدیر کا منکر وہی ہو سکتا ہے، جو عالم کو بجائے خدائے علام الغیوب کے مادہ او اوراوس کے قوانین کا مظہر سمجھتا ہے، یا جو سمجھتے ہیں کہ خدا نے عالم کو بغیر کسی سابقہ پروگرام کے بنایا ہے، ان کے نزدیک اپنے لفظون میں:۔

"خدا غیر مآل اندیش ٹھہرے گا"

یعنی کم از کم منکر تقدیر کے لئے یہ تو ناگزیر ہے کہ عالم اور اوس کے نظام کو کسی غیر مآل اندیش کا کارنامہ قرار دے، حالانکہ خدا اور "غیر مآل اندیش" دونون متضاد باتیں ہیں، اس کے بعد دوسرے مسئلہ کی تشریح ان لفظون میں فرماتے ہیں:۔

"دوسرا مسئلہ مشیت کا سو ہمارے اصول میں اس طرح پر ہے کہ معلومات حضرت حق جل وعلا کا ظہور نہیں ہوتا، مگر بموجب اوس کے ارادے کے نہ کسی اور کے ارادے سے"

مطلب یہ ہے کہ جب افعال انسانی بھی معلومات حق ہیں، اسلئے ان کا ظہور بھی بغیر ارادۂ حق کے نہیں ہوسکتا، لیکن پھر بالاتفاق انسان کو اپنے اعمال وافعال کا ذمہ دار فطرۃً قانوناً شرعاً کیون قرار دیا جاتا ہے،

اس باریک مسئلہ کی توجیہ اس طرح کرتے ہیں :-

"اور جس چیز کو خداوند تعالیٰ نے وصف ظہور میں ذی علم اور صاحب ارادہ بنایا ہے، مثلاً انسان کو سوا اس کے ارادے کے آثار نہیں متفرع ہوتے ہیں، اس طرح پر کہ اس میں ارادۂ الٰہی کو دخل نہ ہو"

لیکن انسانی ارادہ کے ساتھ ارادۂ الٰہی کس طرح دخیل ہے، اس کا حل محققانہ اور گہرے لفظوں میں پیش کرتے ہیں، فرماتے ہیں :-

"جس طرح انسان کی ہستی حدوثاً و بقاءً ہر آن حضرت وجود واجب کے فیض ارادی کی محتاج ہے، اسی طرح انسان کے خواص و لوازم کے آثار بھی حدوثاً و بقاءً اسی کے فیض کے محتاج ہیں، انسان جو مکلف بالشرع ہے، اسی ذی علم والارادہ ہونے سے اور اسی جہت سے مستحق ثواب و عذاب ہوا کرتا ہے"

کم از کم میرے علم و تحقیق میں نہ صرف اردو بلکہ عربی کی بھی کسی کتاب میں اس ژولیدہ اور عمیق مسئلہ کی اتنی اچھی تعبیر نظر سے نہیں گذری، لیکن افسوس ہے، کہ آپ نے اجمال سے کام لیا ہے، خواص تو اشارہ تعالیٰ اسکی گہرائیون تک پہنچ جائین گے، لیکن عوام کے لئے تشریح کی ضرورت تھی، جس کا موقع نہیں ہے

کم از کم ان دو باتون پر غور کیا جائے، ایک تو یہ کہ انسان حق تعالیٰ کا کن فیکونی مخلوق ہے، اور کن فیکونی مخلوق ذاتاً و صفاتاً اپنی پیدائش و بقاء میں ہر لحظہ خالق قیوم کی فیض تخلیقی و اتفاقی کی محتاج ہوتی ہے، دوسری بات یہ ہو کہ انسان باوجود کن فیکونی مخلوق ہونے کے حق تعالیٰ کا خلیفہ اور اسکے تمام صفات کا مظہر ہے، جن میں اختیار وارادہ بھی ہے، پس انسان نہ تو خدا کی طرح مختار مطلق ہوا، نہ آفاقی کائنات کے مانند مجبور مطلق، بلکہ وہ مختار ہے، لیکن ایسا مختار جس کا اختیار حق تعالیٰ کے ارادہ و اختیار کیساتھ وابستہ ہے گویا وہ ایک مختار نما مجبور یا مجبور نما مختار ہو، یا شاہ ولی اللہ کے لفظون میں انسان میں اختیار ہو لیکن اس اختیار پر اسے اختیار نہیں واللہ صعب والایمان بہ قطعی،

مولانا اپنی اس بحث کو ختم کرنے کے بعد فرماتے ہیں،

"اگر اس مسئلہ کی وقت کا لحاظ نہ ہوتا، تو بحول اللہ و قوتہ و بہ تصدق نعلین مقدسہ غلامانِ **شاہنشاہ دوجہان** حضرت سرور کائنات محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام پر اس مسئلہ کے ثبوت کی دلیلیں ایسے وضع پر لکھتا، کہ سننے والون کو خدا چاہتا تو مزا ملتا"

اسلام اور تلوار، مسئلہ کا ذکر چھیڑتے ہوئے پہلے ایک تاریخی شہادت ادا کرتے ہیں،

"پادری لوگ عوام مسلمانون اور اپنے تابعدارون اور ہندوؤں کو اکثر مسئلۂ جہاد کو بہ تقاریر زنگارنگ بیان کرکے دین اسلام سے بیزار کرتے ہین، اور عجیب و غریب مغالطے دیا کرتے ہین"

آج ہندوستان میں مختلف جماعتون کے اندر "اسلام بزور شمشیر پھیلا" کا جو شور و غوغا ہے، اسلام کی سیاسی تاریخون کے متعلق عام مسلمانوں کو کالجون اور سکولوں کے فتنہ انگیز گمراہ کن نصاب سے جو شکوہ ہے، ایک صد سالہ مورخ کی اس عینی شہادت سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے، کہ یہ شوشہ ابتداً کن لوگوں کا چھوڑا ہوا ہے، اس مغالطہ کے چہرہ پر ہسٹری ریسرچ اور تحقیقات وغیرہ الفاظ کے غازے کس طرح ملے جارہے ہیں، ہندوؤں اور انگریزون کے تابعدارون کا خیال کرکے آپ نے اس مسئلہ کے متعلق خلاف دستور علاوہ مغربی مذاہب (یہودیت و نصرانیت) کے مشرقی ادیان ہندو اور پارسی مذہب کی کتابون سے بھی ان شہادتون کو جمع کیا ہے، جس میں اس مسئلہ کا ذکر قانوناً و عملاً زور و شور سے کیا گیا ہے، اور آخر میں بائبل کے ایسے دفعات مثلاً

"تم یہ سلوک کرو کہ ان مذبحوں کو ڈھادو، اور اون کے بتون کو توڑ دو، ان کے باغوں کو کاٹ ڈالو، اور ان کی تراشی ہوئی مورتوں کو آگ میں جلا دو جتنی لڑکی ہیں، سب کو قتل کردو...... لیکن وے لڑکیاں جو مرد کیساتھ سونا نہیں جانتی ہیں، انہیں اپنے لئے رہنے دو"

اس کے بعد آپ نے مسیحی یورپ سے یون دریافت کیا ہے،

"اس پر ہمارے یہاں کے مسئلہ جہاد پر ہنسنا کتنی ناانصافی ہے! اگر کوئی طرف بے دین ہنسے تو ہنسے،

عیسائیون کو کوئی طعن کرنا نہیں پہنچتا؛

اس کے بعد انھون نے پوچھا ہے کہ اسلام اور تلوار کے افسانے کو اس بلند آہنگی سے اچھالنے کا مقصد کیا ہے، اگر یہ غرض ہو کہ چونکہ اسلام تلوار سے پھیلا، اسلئے وہ باطل ہے، تو پھر اوس کا دوسرا پہلو یہ پیدا ہوتا ہے کہ جتنے خرافات، بدعادات، اوہام و رسوم جو دنیا میں بغیر تلوار کی مدد کے پھیل جاتے ہیں، اور آئے دن پھیلتے ہیں، یہ سب حق و راست ہوں، فرماتے ہیں :۔

اگر یہی مطلب ہو تو محض جھوٹ ہو، کیونکہ اگر یہ بات سچ کہی جائے، تو چاہیے کہ اگلے عربوں کی بت پرستی "اور اسی طرح انگلستان کی بت پرستیاں اور ہندوستان کی .... یہ سب مذہب حق ٹھہرین"

ان جزئی امور کیساتھ آپ نے نفس مسئلہ پر ایک ایسی دلنشین تقریر فرمائی ہے، جس کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ یہ آپ کا مخصوص حصہ ہے،

مسئلہ جہاد کی نوعیت، آپ کے خیال میں اسلامی جہاد کی ابتدا بھی تبلیغ سے ہوتی ہے، اور اس کی انتہا بھی تبلیغ ہی پر ہے، البتہ تبلیغی آواز میں زور پہنچانے یا حق و صدق کا آزاد تجربہ کرانے کے لئے بسا اوقات ضرورت ہوتی ہے کہ اصلاحی آواز کیساتھ جو قوم مخاطب کیجائے، وہ اپنی قومی سطوت صنفی وجاہت کی انانیت و نخوت کی آلائش سے پاک ہو، فرماتے ہیں :۔

باتفاق اہلِ تجربہ بدیہی الثبوت ہے، کہ آدمی کو اپنے خلاف طبع بہ نسبت امور مخصوصہ اپنے صنف کے دوسرے کی بات نہ ماننے کا بڑا سبب اکثر اپنے صنف کی وجاہت اور سطوت واقع ہوا کرتا ہے، کہ اس وجاہت و سطوت کے سبب سے دوسرے غیر صنف کی بات پر کان دھرنے کو ننگ و عار جانتا ہے یہ جائے کہ اوس کو قبول کرنا، کہ یہ بات تو بہت دور ہے، اور جب تک جی لگا کر سنیگا نہیں تو ماننے کی نوبت کاہے کو آئے گی؛

پھر جس طرح تجربی طور پر یہ ضروری ہے اسی طرح یہ بھی ضرور ہے کہ :۔

آپنے خلاف طبع امور مخصوصہ صنفیہ کی مخالف باتین دوسرے کے کان رکھکر سننا، اوس کا بڑا باعث تو یہی، کوئی مثل غلبۂ وجاہت اور سطوت صنفیہ اس کے کہنے والے کی بھی ہو"

ان چند مقدمات کے بعد آپ نے نتیجہ نکالا ہے، کہ اسلام کفر کے مقابلہ میں کرۂ زمین پر اگر اپنی سیاسی برتری کا خواہان ہے، تو کیا تبلیغ و دعوت کی آواز کو مؤثر بنانے کیلئے یہ ضروری نہیں ہو؟ باقی دشمنون کا یہ مشہور کرنا کہ اسلام میں لوگون کو بزور شمشیر مذہب بدلنے یا دوسرے لفظون میں منافق بننے پر مجبور کیا جاتا ہے، اسکی شدت کیساتھ تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

"اگر کہئے کہ بعضے جبابرۂ ملوک اسلامیہ نے کسی جگہ بطور اکراہ کے شمشیر زنی کی تو اول اسکا ثبوت چاہیے،

علاوہ بریں اگر کسی نے کی تو خال خال کہیں اتفاقیہ بر سبیل ندرت کی ہو،

معہذا اس شمشیر زنی سے کچھ دین نہیں پھیلا، جیسا خلفاے راشدین اور اون کے تابعین بالاحسان کے ہاتھ سے پھیلا، پس جبابرہ کے اکراہ کرنے سے اصل دین باطل نہیں ہوتا؛

پھر سیاسی برتری حاصل کرلینے کے بعد اسلام اپنے فرض تبلیغ کو کس طرح ادا کرتا ہے، اس کے متعلق فرماتے ہیں :۔

"اور سطوت و فرمانروائی کی جہت سے دین کا پھیلنا دو طرح سے ہوتا ہے، ایک یہ کہ اہل حکومت کی فروتنی، اور مروّت، و سخاوت، اور عدم تنگ گیری، اور تہذیب اخلاق اور حسن اعمال او زہد، اور بزرگیان باعث ہوتی ہیں، جیسا کہ ہمارے یہاں پہلے طبقہ والون کے ہاتھ سے ہوا، جون جون انکے آثار کم ہوتے گئے دین کی ترویج کم ہوتی گئی،"

بعد کے خلفاء اور سلاطین نے جو قیصری و کسروی رنگ اختیار کرلیا تھا، اس پر افسوس کرتے ہوئے فرماتے ہیں، کہ ان کے بعد اشاعتِ اسلام کا مرکز ثقل بجائے سلطنت کے زور کے بزرگون کی روحانی و اخلاقی قوت کی طرف منتقل ہوگیا، فرماتے ہیں :۔

"گو کر سطوت اور طمطراق ظاہری جبر و قہر مسلمانوں کا بڑھتا گیا، اور بعد اس زمانہ کے جو پھیلا تو اکثر بزرگوں کی کرامتوں سے پھیلا"

بہرحال یوں مسئلہ جہاد کی ابتدا، اور اس کی انتہا، دونوں آپ کے خیال میں تبلیغ و دعوت ہی پر ختم ہوتی ہے، اسلامی سیاست کے ان دونوں نتائج کو دکھانے کے بعد آخر میں آپ کی نگاہ مغربی سیاست کے ان آثار و نتائج پر بھی پڑتی ہے، جو محکوم قوموں میں سیاسی برتری کی وجہ سے پیدا ہو رہے ہیں، لیکن ان دونوں کے طریقۂ تاثیر میں جو امتیازی فرق ہے، اسکو چند لفظوں میں عجیب طرح سے ادا کرتے ہیں،:-

"دوسری طرح (یعنی سیاسی تفوق کا اثر دوسری طرح یوں بھی) ہوتا ہے، کہ تنگئ معاش رعایا، اور ترفعِ حکام، اور زر کشئ حاکم کے باعث ہو"

کیا آج مغربی سیاست کا یہ نظام کہ عام رعایا کی دولت کو مختلف ٹیکسوں، بلکہ عجیب و غریب ہتھکنڈوں سے اس طرح چوس لیا جائے، کہ وہ کبھی پنپنے نہ پائے، سول حکام عام رعایا سے اس طرح کنارہ رہیں، جس طرح آدمی جانوروں بلکہ ناپاک جانوروں سے دور دور رہتا ہے، اسکے ساتھ ساتھ یہ آہنی قانون بھی نافذ کر دیا جائے، کہ ملک کا ہر وہ باشندہ جو مغربی تہذیب و تمدن کی بھاٹ خوان یونیورسٹیوں، اسکولوں، کالجوں کی سند نہیں رکھتا، خواہ کسی دل و دماغ، سلیقہ و قابلیت کا مالک کیوں نہ ہو، رزق کے وہ تمام دروازے، عزت کے وہ تمام ابواب جو سلطنت نے کھول رکھے ہیں، اُس پر بند کر دیئے جائیں گے،

سمجھا جا سکتا ہے کہ اگر اس سسٹم کو آج مغربی سلطنتیں اپنی حکومت کے اندر سے نکال دیں، تو کیا رعایا کا کوئی فرد بھی ان کی تہذیب و تمدن و معاشرت اور عقلیت کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکتا ہے، اونچی اونچی لمبی دلکش و نظر فریب عمارتوں، قیمتی اور دیدہ زیب فرنیچروں کے اندر کروڑہا روپیہ کے مصارف سے ملک کے طول و عرض میں یہ کام ہو رہا ہے، لیکن شاید دس فی صدی سے زیادہ آدمی بھی متاثر نہیں ہو سکے ہیں، اور وہ بھی جو ہو رہے ہیں انکے متعلق مولانا بجا ارشاد فرماتے ہیں،:-

"سوائے ان لوگوں کے جو ننگے بھوکے بہت رہے، اور ابواب معیشت کے ان پر بند ہوئے"

جزیہ

اس ذیل میں آپنے جزیہ کا بھی ذکر کیا ہے، آپ کے نزدیک جزیہ حکومتوں کا انکم ٹیکس ہے، جو مسلمانوں کے اموال پر بڑی بھاری بھاری رقموں کی شکل میں زکواۃ و عشر کے نام سے عائد کیا جاتا ہو لیکن غیر مسلموں پر اس ٹیکس کو نہایت حقیر رقم کی صورت میں اس لئے لگایا جاتا ہو تاکہ دینے والے کو اپنے سیاسی صغر و حقارت کا احساس اور مسلمانوں کے سیاسی تفوق کا اندازہ ہو سکے، اور اسلام اپنی تبلیغی غرض کے لئے اس احساس کو زندہ رکھنا چاہتا ہے، آپ کے الفاظ یہ ہیں:-

"جو کسب و عمل کی طاقت نہ رکھتا ہو، اس سے کچھ بھی نہیں پھر ملک کے جو باشندے کماتے کھاتے ہوں، تو مسلمانوں کے مقابلہ میں ان کی مغلوبیت کے اظہار کیلئے فی نفر چند روپیہ سالانہ حسب استطاعت حتی کہ کتنا ہی بڑا آدمی ہو، (مثلاً راجہ مہاراج نائب نواب کیوں نہ ہو) تو تیرہ روپیہ[1] کئی آنہ سے زیادہ نہ ہو، مقرر کر والینا چاہیے"

قطب شمالی و جنوبی میں نماز روزہ کی بحث

حسب دستور یورپ کے اس مشہور طفلانہ مغالطہ کے متعلق آپ نے پوچھا ہے، کہ کیا یہ سوال صرف اسلام ہی کے نماز روزوں کے متعلق پیدا ہوتا ہے، آخر موقت پوجا پاٹ، نماز روزہ کس مذہب میں نہیں، خود یورپ کے مسیحی مذہب میں کیا نماز و روزہ نہیں ہے، اور اگرچہ اب نماز کی حقیقت عیسائیت میں صرف یہ رہ گئی ہے کہ:-

"آٹھویں روز بے طہارت ایک وقت یہ دعا مانگیں، کہ اے عیسیٰ ہمارے خدا پھر دنیا میں ظاہر ہو"

[1] مولانا نے فقہ کی خاص روایت کو اختیار کیا ہے، ورنہ دوسری روایتیں ایسی بھی ہیں، جن سے یہ رقم اور حقیر ہو جاتی ہے، اور جسقدر یہ رقم حقیر ہو گی، اسی قدر ادا کرنے والوں کے سیاسی صغر میں اضافہ ہو گا، اور مولانا کے نقطۂ نظر سے آیت "حتی یعطوا الجزیة عن ید وھم صاغرون" کا یہی مفہوم ہو سکتا ہے،

"مگر روزہ تو بالاتفاق اس کا نام تھا، کہ دن بھر کھانے پینے اور عورت کی صحبت سے علیحدہ رہنا بہ تواتر ثابت ہے، کہ عیسائی بھی اس روزہ کو رکھتے تھے، سو دیکھئے کہ حوالی قطب والے کسی طرح عیسائی نہیں ہو سکتے"

مطلب یہ ہے کہ جہاں چھ مہینے کا دن اور چھ مہینے کی رات ہوگی، وہاں "آٹھ دن میں ایک وقت" وغیرہ کے کیا معنی ہو سکتے ہیں، آپ فرماتے ہیں کہ دنیا کے تمام مذاہب اس قسم کی وقتی عبادتوں کے متعلق جو جواب دیں گے، وہی اسلام دیگا، پھر اسلام کی طرف سے ایک محققانہ تقریر فرماتے ہیں، لکھتے ہیں،

"ایسے اعتراضوں کا اصلی مادہ یہ ہے کہ تعمیل بعضے احکام شرعیہ میں بعض اوقات کچھ عذرات درپیش ہو جاتے ہیں، اور یہ بات کہ بروقت لاحق ہونے ان عذروں کے کیا کرنا چاہئے" ان حکموں کیساتھ مفسرًا منصوص نہیں ہوتے، سو یہ معاملہ شریعت اسلامیہ ہی میں نہیں ہے، بلکہ تورات و انجیل کے احکام میں بھی یہی حال ہے"

آگے چل کر فرماتے ہیں، ایک حوالی قطب کا عذر کیا، ایسے عذر بکثرت ہوتے ہیں :-

"مثلاً خوف حدوث مرض، یا شدت مرض، اور نقصان بدن، مثلاً اندھا ہونا، اور سہو خطا یا نسیان اور فقدان مال، اور افلاس شدید، اور خوف دشمن، یا رہزن وغیرہ از باب تعذرات"

اس کے بعد کرۂ زمین کا آپ نے نقشہ بنایا ہے جس میں طول البلد، عرض البلد کے لحاظ سے دکھایا گیا ہے، کہ آفتاب کی شعاعیں کن علاقوں میں کس طرح پر، کتنی مدت تک پڑتی ہیں، اور سورج کے کرنوں کی ان مختلف نسبتوں کا اثر زمین کے کس قطر پر کیا مرتب ہوتا ہے، بحث کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں،

"اور مبرودہ (یعنی سرد علاقہ) اس حصہ کو کہتے ہیں، جو ایک جانب جنوب و شمال میں دائرۂ قطبیہ کے اندر ہے، اور دائرہ قطبیہ خط استوا سے ساڑھے چھیاسٹھ درجے یعنی ہمارے کوسوں کے حساب سے تخمیناً دو ہزار ایک سو اٹھائیس پر ہے، اور سب اہل جغرافیہ

قدیم و جدید بالاتفاق لکھتے ہیں، کہ مبرودے حصوں پر شعاعیں آفتاب کی جب پڑتی ہیں، تو ایسی ترچھی پڑتی ہیں جیسے ہمارے ملکوں میں جاڑوں میں تین چار گھڑی دن چڑھے تک پڑتی ہیں، سو اس جہت سے وہاں کا برف کبھی پانی نہیں ہونے پاتا ہے،

بالجملہ ساڑھے چھیاسٹھ درجے سے پرے بلکہ وہاں تک بھی برف باری ایسی ہمیشہ برابر رہتی ہے کہ آدمی وہاں نہیں گھر بنا سکتا"

لیکن اگر کوئی قسمت کا مارا کسی طرح ان علاقوں میں پہنچ جائے، تو یہ عذر کی صورت ہے، اور اسلام کا فتویٰ اس عذر کے پیش آجانے پر آپ کے نزدیک یہ ہے :-

"وے لوگ جو ایسی جگہوں میں رہتے ہیں، دنوں اور راتوں کو چوبیس گھنٹوں پر تقسیم کر کے بارہ گھنٹے کی رات اور بارہ گھنٹے کا دن قرار دے کر نمازیں اپنی چوبیس گھنٹوں میں پانچ وقت کی ادا کریں"

پھر روزے کے متعلق فرماتے ہیں :-

"جواب اس کا بھی وہی ہے جو میں نے اوپر نمازوں کے ادا کرنے کی نسبت لکھا"

پھر فرماتے ہیں کہ اس قسم کی استثنائی شکلیں دنیا کے تمام قوانین و شرائع میں پیش آتی ہیں، لیکن

"فرق اتنا ہے کہ شریعت اسلامیہ میں از روے کسی حجت کے منجملہ حجہاے اربعہ اجمالاً یا تفصیلاً اور کلیۃً یا جزئیۃً کوئی نہ کوئی بات ایسی مقرر ہے، کہ جس سے یہ بات ظاہر ہو جاتی ہے، کہ بروقت پیش آنے ان عذروں کے کیا کرنا چاہئے، بخلاف تورات و انجیل کے اس میں سے ایسا کچھ نہیں نکلتا"

مولانا نے جو کچھ لکھا ہے بالکل صحیح لکھا ہے، اس مسئلہ کا جواب جسے فقہ کی کتابوں سے مولانا نے نقل کیا ہے، اسکی بنا دجال کی اس مشہور حدیث پر مبنی ہے جس میں پیشینگوئی کی گئی تھی، کہ ایک دن چالیس دنوں

کے برابر ہو جائے گا، تو صحابہ کے یہ پوچھنے پر کہ نمازیں کس طرح پڑھی جائیں گی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اندازہ کر لینا" مولینا نے اسی اندازہ کی تشریح کرتے ہوئے "دنوں اور راتوں کو چوبیس گھنٹوں پر تقسیم کرنے کا مشورہ دیا ہے، اور اندازہ کی یہ بہترین شکل ہے،

مضمون طویل ہوا جا رہا ہے، اور کتاب کے لطائف ختم ہی ہونے کو نہیں آتے، خصوصًا یہ خیال کر کے کہ خدا جانے کتاب کی اشاعت کی نوبت آتی ہے، یا نہیں، جی یہی چاہتا تھا، کہ جہانتک ممکن ہو اس کتاب کی نادر و مفید باتیں اس مضمون کے ضمن میں آجائین، لیکن مستقل رسالہ ہوا جاتا ہے، اس لئے صرف "اسلامی بہشت و دوزخ" کی بحث میں سے کتاب کے ایک فقرہ کو درج کر کے ناظرین کو اصل کتاب کی نشر و طباعت کا منتظر بناتے ہوئے مضمون کو ختم کر دیتا ہوں،

اسلامی بہشت و دوزخ کا عقیدہ جس طرح ہندو مذہب مین پاپی انسان کی اخروی سزا یہ سمجھی جاتی ہے کہ آدمی بجائے آدمی ہونے کے بیل، یا گھوڑا، سور، بندر، ہو جاتا ہے، یعنی بقول کارلائل انسان کی غیر تشفی یافتہ فطرت سزا بھگتنے کے لیے تشفی یافتہ جانوروں کی شکل اختیار کر لیتی ہے، اسی طرح عیسائیون کا خیال ہے کہ آدمی نیکیوں کی بدولت آدمی نہیں رہتا، بلکہ بجائے آدمی کے فرشتہ ہو جاتا ہے، یا دوسرے لفظون میں خدا کا انعام انسان کو اس شکل میں ملتا ہے کہ

انسانیت کے تمام نازک احساسات، لطیف جذبات، کچل کر برباد کر دیئے جاتے ہیں، عیسائیون کے خیال میں جنتی آدمی اسی لنڈ منڈ غیر حساس زندہ وجود کا نام ہے، انجیل کی ایک آیت سے مسیحیون کو یہ مغالطہ ہوا کر یلا نیم پر اسکے بعد اور بھی چڑھ گیا، کہ یہودیت و مسیحیت میں خدا جانے کیون، عورت گناہ، پاپ، گندگی نجاست آلودگی، کے ہم معنی خیال کیجاتی تھی، ظاہر ہے کہ اس کے بعد بہشت کے پاک علاقے میں گندگی کا تخیل عیسائیون کے لیے سخت دشوار تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ قرآن نے جب انسانی مساعی کے آخری غیر مختتم نتائج کی حقیقت کو واشگاف کرتے ہوئے بتایا کہ آدمی نہ گھوڑا ہوتا ہے نہ بیل، نہ خدا، نہ فرشتہ بلکہ جو انسان ہے، وہ انسان ہی رہتا ہے، البتہ

اسی کثیف انسان کو دوسری نشأت میں لطیف سے لطیف ترین درجات تک ارتقا حاصل ہو جاتا ہے، اور درجات و احساسات کی اس ارتقائی لطافت کی مناسبت سے اوسکو وہ ساری نعمتیں قدرت اور اس کے قوانین کی طرف سے مہیا ہو جائنگی جنھیں لاکھون برس سے انسان زمین کے اس کرہ پر تلاش کر رہا ہے، اور ابھی تک سرگردان ہے،

حور و قصور جنات و انہار والی یہی جنت تھی، جس کا ذکر جب یورپ میں پہنچا، تو پادریون میں سخت شورش پھیلی، چونکہ اسلام انسان کی فطرت کو وہی دے رہا تھا، جو وہ مانگ رہی تھی، اور مسیحیت اس کے مقابلہ میں انسان سے جنت میں وہ سب چیزین چھین رہی تھی، جنکی تکمیل کیلئے نسل آدم ہمیشہ بیتاب رہی، اور آجتک بیتاب ہے، آخر جزا، کی اس سزائی حقیقت کے ساتھ آدمی کبتک وابستہ رہسکتا ہے، نتیجہ یہ ہوا کہ پادریون نے حسب دستور پشتیبان لفظی تحریفون اور تعبیری پینترون سے کام لینا شروع کیا، فقرہ تراشا گیا، کہ قرآن کی جنت حیوانی جنت ہے، پادریون کا یہ ایسا مغالطہ تھا، کہ اس میں اچھے سے اچھے عقل و دانش والے اپنے دماغی توازن کو کھو بیٹھے اور مذہبی و غیر مذہبی ہر قسم کی کتابون میں اس چست فقرہ کا اعادہ اتنے زور شور سے کیا گیا، کہ خود مسلمانون کی بھی ایک جماعت میں تزلزل پیدا ہوا، انھون نے الفاظ کو معانی سے بیگانہ کرنا شروع کیا، اور اس درجہ بیگانہ کیا کہ قرآن میں صرف لفظی طور پر اسلامی جنت باقی رہی، ورنہ معنوی طور پر ان کے خیال میں بھی قرآن کا جنتی اچھا خاصہ لنڈ منڈ بے حس عیسائی جنتی بن کر رہ گیا، مولانا کو اس آنے والے فتنہ پر خاص طور پر تنبیہ ہوئی ہے، اور خاص باب اس مسئلہ کی تحقیق کیلئے آپنے لکھا ہے،

بحث کو ختم کرتے ہوئے آخر میں کتنے لطیف و عمیق پیرایہ میں اسلامی جنت کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں

"عقلاً جائز اور نقلاً واجب التسلیم ہے، کہ وہاں لذائذ روحانی اور جسمانی دونون ایک ہی ہو جائین اور ہرگز کسی طرح کی کشاکشی اور تنازع ان میں باقی نہ رہے، اور جس طرح کمال لذت جسمانی ہوا کی طرح عین اسی لذت میں وہ کیفیت جو دنیا میں بڑے بڑے عارفون کو کمال ترقی کے وقت حاصل

ہوتی ہو، بوجہ احسن حاصل ہو، بلکہ اس سے براتب زیادہ"

لیکن بقولِ غالب :-

محرم نہیں ہے، تو ہی نواہاے راز کا،

یان ورنہ جو حجاب ہے پردہ ہے ساز کا

کی نزاکتون کا احساس ان کثیف وغبی فطرتون کو کس طرح کرایا جاسکتا ہے، جنھون نے انسانیت کے لطیف ترین حصّہ کو گندگی ونجاست کا سرچشمہ قرار دیا ہو، یا انسان سے انسانی جذبات واحساسات کی بربادی کو بجائے لعنت کے رحمت اور بجائے سزا کے جزا، خیال کر لیا ہو۔[1]

---

[1] یہ مخطوطہ بطور ایک تاریخی یادگار کے انشاء اللہ تعالیٰ صوبۂ بہار بلکہ شاید ہندوستان کی سب سے بڑی اردو لائبریری "دسنہ (بہار)" میں محفوظ کر دیا جائے گا، کہ جواز اً یہ اسی کا فطری حق ہو،

الکلام

مولینا کی مشہور تصنیف، جدید علم کلام جس میں عقلی دلائل سے مذہب کو فلسفہ کے مقابلہ میں ثابت کیا ہے اور ملاحدہ اور منکرین کے دلائل کا رد کیا ہے، اور عقائد واصول اسلامی کی فلسفیانہ تشریح، طبع سوم مطبوعہ معارف پریس ضخامت ۵۰ صفحے قیمت عار

علم الکلام

مسلمانون کے علم کلام کی تاریخ اس کی عہد بعہد کی ترقیان، اور علمائے متکلمین کے نظریات اور مسائل طبع چہارم مطبوعہ معارف پریس ضخامت ۲۰۴ صفحے قیمت عار

"منیجر"

امام سفیان ثوریؒ کے سوانح حیات

اور

ان کی تصنیفات

از

مولوی امتیاز علی خانصاحب عرشی ناظم کتبخانہ رامپور

(یہ مقالہ کتبخانہ عام رامپور کے جلسۂ تاریخی منعقدہ ماہ فروری ۳۵ء میں پڑھکر سنایا گیا، عرشی)

گذشتہ تیرہ صدیون میں سپہرِ اسلام پر لاکھون ستارے چمکے، اور ڈوبے، لیکن قضا وقدر نے قبولیت عام کا شرف تقریبًا انہی کو عطا کیا، جو اسلام کے ابتدائی تین قرنون میں صفحۂ گیتی پر رونق افروز ہوئے، موجودہ عقل زدہ دور میں اس قبولیت کی وجہ کچھ ہی قرار دیجائے لیکن میرے نزدیک یہ ترجمان وحی الٰہی کی اس پیشنگوئی کا نتیجہ تھا "کہ خیر القرون قرنی، ثم الذین یلونہم، ثم الذین یلونہم"؛

اسلام کے ان مایۂ ناز فرزندون کے حالات کی تلاش وتفتیش میں مورخین اسلام نے بڑی جانکاہی اور فراخ حوصلگی سے کام لیا ہے؛

ہم ان افرادِ تاریخی کو دو طبقون مین منقسم کر سکتے ہین؛

طبقۂ اول، وہ اصحاب جو خصوصیاتِ عامہ ومشترکہ کے مالک تھے، اور اس لئے عام کتب رجال وتذکرہ مین مذکور ہوئے،

طبقۂ ثانیہ، وہ اصحاب جو مذکورہ خصوصیات کے ساتھ ساتھ بعض خصوصیاتِ خاصہ بھی رکھتے

تھے، اسلئے مشترکہ خصوصیات کی بناپران کا ذکر عام کتب رجال وتذکروں میں کیا گیا، اور ممتاز ہستیاں ہونیکے باعث انکے حالات پر مستقل کتابیں تالیف کی گئیں،

صفحات آیندہ میں میں آپ کو موخر الذکر طبقہ کی ایک ایسی ہستی سے روشناس کرناچاہتا ہوں، جو بیک وقت جلوت شریعت وخلوت طریقت دونوں کی رازدار ہے، اور اس وجہ سے مجمع البحرین کہلائی جاتی ہو،

وہ ذات گرامی "امام سفیان بن سعید بن مسروق الثوری الکوفی" کی ہے، چونکہ آپ قرن ثانی کے مشہور مجتہدین میں کے ایک ہیں، اسلئے علاوہ کتب تاریخ ورجال کے محدث ابن جوزی نے آپکے مناقب میں ایک مستقل کتاب بھی لکھی تھی [1] یہ کتاب آج ناپید ہے، اس لئے ہم نہیں کہہ سکتے، کہ اس میں امام ثوری کے کن حالات کو بالتفصیل لکھا گیا تھا، تاہم محدث ذہبی نے اپنی تصنیفات میں اس سے فائدہ اٹھایا ہے، [2] ذہبی میرے پیش نظر ہے، اس لئے یہ کہا جا سکتا ہے، کہ ابن جوزی کی مناقب سفیان کے اہم حالات وواقعات ہمارے علم میں آچکے ہیں [3]

نام ونسب سفیان نام، ابو عبد اللہ کنیت، اور سید الحفاظ، امیر المومنین فی الحدیث وغیرہ القاب ہیں،

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۹۰ [2] دول الاسلام ذہبی مخطوطہ ذکر المہدی العباسی، [3] اگرچہ اس مقالہ کی ترتیب میں تاریخ ورجال کیساتھ تذکرات صوفیہ کو بھی میں نے پیش نظر رکھا ہے، لیکن پھر بھی مجھے یہ اعتراف کرنا چاہیے، کہ میں ان سے کما حقہ فائدہ نہیں اٹھا سکا، کیونکہ ان کتابوں میں بیشتر وہ حکایات مذکور ہوتی ہیں، جن سے بزرگان دین کی خرق عادت عبادات وواقعات پر روشنی پڑتی ہو، اس قسم کے حالات جن کا تعلق اخلاق وعادات، معاشرت وتہذیب اور دینی داد وستدت ہو، قریب قریب مذکور نہیں ہوتے، حالانکہ ہمیں اسوقت ان اصحاب کے دنیوی معاملات دیکھنے اور سیکھنے کی زیادہ ضرورت ہے، امید ہو کہ موجودہ دور ابتلا میں ہمارے نوجوان امام ثوری کی حق جوئی، حق گوئی، اور حق پرستی سے سبق حاصل کریں گے، اور ان کے اقوال واعمال کو اپنی شاہراہ حیات کیلئے مشعل ہدایت بنائیں گے،

شجرۂ نسب سفیان بن سعید بن مسروق بن حبیب بن رافع بن عبد اللہ بن موہبہ بن ابی بن عبد اللہ بن منقذ بن نصر بن الحرث بن ثعلبہ بن عامر بن مسلکان بن ثور بن عبد مناۃ بن اُدّ بن طانجہ بن الیاس بن مضر بن نزار ہے [1]

سفیان، ثور مضر یا بالفاظ دیگر ثور بن عبد مناۃ کی نسل میں ہونیکے باعث ثوری کہلاتے ہیں، لیکن بعض مورخین نے ثور ہمدان کی طرف منسوب کیا ہو [2]

سفیان کے والد سعید بن مسروق الثوری کوفہ کے مشہور محدث تھے، انھوں نے بقول ابن ابی عاصم ۱۲۶ھ [3] بقول ابن قانع ۱۲۷ھ اور بقول احمد وابن حبان ۱۲۸ھ میں وفات پائی [4] انکی والدہ بھی جو ام سفیان کے نام سے مشہور ہیں، بڑی نیک بی بی تھیں [5]

ان دونوں میاں بیوی کو خدا نے تین بیٹے اور ایک بیٹی عطا کی، بیٹوں میں سب سے بڑے سفیان ہیں، دوسرے عمر بن سعید اور مبارک بن سعید تھے، یہ دونوں اپنے عہد کے معزز ارباب حدیث میں شمار کیے جاتے ہیں [6]

[1] نسب ناموں میں بالعموم اسمار کا حذف واضافہ یا ردوبدل پایا جاتا ہے، سفیان کے نسب میں بھی قدرے اختلاف ہو، مرقومہ بالا شجرہ علامہ ابن سعد (طبقات جلد ۶ ص ۲۵۷، طبع لیڈن ۱۳۲۵ھ) اور مورخ طبری (الذیل المذیل ص ۱۰۵ طبع مصر) نے تحریر کیا ہے، ابن القیسرانی (الجمع بین رجال الصحیحین جلد ۱ ص ۱۹۲، طبع دائرۃ المعارف) اور الخزرجی (خلاصۃ تذہیب تہذیب الکمال ص ۱۴۵ طبع مصر ۱۳۲۲ھ) نے موہبہ، اور منقذ کے درمیان دو نام ابی ابن عبد اللہ اور الحرث کے بعد ایک نام ثعلبہ حذف کر دیا ہے، نصر کے بعد الحکم بڑھایا ہو اور عامر کے عوض مالک بن ملکان لکھا ہے، سمعانی (کتاب الانساب ص ۱۱۰، الخ) نے مسروق اور حبیب کے درمیان حمزہ اضافہ کیا ہے، اور عبد اللہ، منقذ، الحکم، اور الحرث چار اسما حذف کر دیے ہیں، اور ابن خلکان (وفیات الاعیان جلد ۱ ص ۲۹۶) نے نضر بن الحکم بن الحارث، اور ثعلبہ بن ملکان ثبت کیا ہو [2] تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۱۱۱ طبع حیدرآباد، وخلاصۃ التہذیب ص ۱۴۵، [3] ابن القیسرانی جلد ۱ ص ۱۶۹ تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۸۲ والخزرجی ص ۱۴۲ [4] الکواکب الدریہ للمناوی مخطوطہ، جلد ۱ ص ۱۶۲، [5] تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۴۵۴، وجلد ۱۰ ص ۲۸،

سعید کی بیٹی عمار بن محمد کی ماں تھیں، عمار بھی بڑے محدث اور صالح خدا پرست آدمی تھے، اونھوں نے ۱۸۲ھ میں وفات پائی،

ولادت سفیان ثوری، سلیمان بن عبد الملک اموی کے عہدِ خلافت میں ۹۷ھ کو عراق کے مردم خیز شہر کوفہ میں پیدا ہوئے[1]

ابن خلکان اور یافعی نے مذکورہ سنہ کے علاوہ ۹۵ھ یا ۹۶ھ بھی لکھا ہے،[2] لیکن ان سنین میں ۹۵ھ قطعاً نادرست ہے، کیونکہ یہ امر تمام مورخین کے نزدیک مسلّم ہے، کہ سفیان، عہد سلیمان بن عبد الملک میں پیدا ہوئے، حتی کہ ابن القیسرانی نے یہ لکھکر کہ سفیان عہد سلیمان بن عبد الملک کے عہد خلافت میں پیدا ہوئے، بڑ بیان ختم کر دیا، اور سلیمان جمادی الاخری ۹۶ھ مطابق فروری ۷۱۵ء میں سریر آرائے خلافت ہوا لہذا سفیان کی ولادت مذکورہ سنہ جلوس کے قبل درست نہیں ہو سکتی،

طلب علم سفیان ثوری نے ہوش سنبھالا تو اُس زمانہ میں کوفہ علم و فن کا مرکز تھا، شہرۂ آفاق ادیب فقیہ اور محدث مسندِ درس و افتا پر رونق افروز تھے، خود ثوری کے والد سعید بن مسروق کوفہ کے نامور محدث مانے جاتے تھے، ان حالات کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ ثوری صغر سنی ہی میں طلب علم میں مشغول ہو گئے،[3] ان کی والدہ کو اشتیاق تھا، کہ اپنے نور نظر کو لباس علم و فضل میں ملبوس دیکھیں، اس لئے اُثنائے طلب علم میں سفیان کو نصیحت کرتی رہتی تھیں، مناوی نے ان کی دو نصیحتیں نقل کی ہیں، پہلی یہ کہ مصارف کے خوف سے تحصیل علوم میں کوتاہی نہ کرنا، میں چرخہ کات کر، تمھارے اخراجات پورے کروں گی، دوسری یہ کہ جب دس لفظ لکھ چکو، تو غور کرنا کہ تمھاری چال ڈھال اور علم و وقار میں بہتر اضافہ ہوا یا نہیں، اگر تمھیں کچھ فرق محسوس نہ ہو تو یقین کر لینا کہ حصہ تمھارے بکار آمد نہیں ہو[4]

---

[1] ابن سعد جلد ۶ ذکر سفیان، ذیل طبری ص ۱۰۵، معارف ابن قتیبہ صفحہ ۲۵۵ مخطوطہ تذکرۃ الحفاظ للذہبی جلد ۱ ص ۱۹۲، تہذیب التہذیب جلد ۴ ص ۱۱۱، طبقات الحفاظ للسیوطی ص ۱۵ [2] الجمع بین ص ۱۵۵ وفیات جلد ۱ ص ۲۷۰ مراۃ الجنان جلد ۱ ص ۳۴۵ [3] تذکرۃ الحفاظ ذہبی جلد ۱ ص ۱۹۰ [4] الکوکب الدریہ ج ۱ ص ۱۶۲ مخطوطہ،

والدہ کی نصیحت، والد کی تعلیم اور کوفہ کے ماحول نے سفیان کی تشنگی علم کو بڑھا دیا، اور ابھی کچھ ہی زمانہ گذرنے پایا تھا، کہ اساتذہ اور معاصرین دونوں پر اُن کی خداداد ذہانت آشکار ہونے لگی، سفیان نے حدیث کی ابتدائی تعلیم اپنے والد سے حاصل کی، بعد ازاں عراق اور دوسرے مقامات کے اساطین حدیث کے روبرو زانوئے شاگردی تہ کیا، ان شیوخ میں قرن ثانی کے تمام اجلہ محدثین وائمۂ مذہب شامل ہیں، عسقلانی نے تہذیب التہذیب میں ان کے اسمار بالتفصیل ذکر کئے ہیں،[1]

سفیان کے زمانہ تک احادیث کے دفتر منضبط نہیں ہوئے تھے، اسلئے طالب حدیث کو مختلف مقامات کا سفر کر کے حدیثیں جمع کرنی پڑتی تھیں، سفیان نے بھی اسیطرح علم حدیث حاصل کیا، لیکن یہ کہاں کہاں گئے، اس کے متعلق کوئی موثق بیان پیش کرنا دشوار ہے کیونکہ سوانح نگاروں نے اون کی سیرت کے اس حصہ کو بالکل تاریک چھوڑ دیا ہے،

درس و افتاء طلب علم سے فرصت پا کر ابو سفیان مسند درس و افتا پر رونق افروز ہوئے، رفتہ رفتہ ان کے تبحر علمی کی شہرت تمام ممالک اسلامیہ میں پھیل گئی، اور ہر چہار طرف سے مشتاقانِ علوم جمع ہونے لگے، یہ سلسلہ آخر عمر تک جاری رہا، چنانچہ جن ایام میں یہ یمن، بصرہ اور مکہ میں روپوش تھے، علم کے پروانوں سے وہاں بھی پوشیدہ نہ رہ سکے، کہا جاتا ہے، کہ تقریباً ۲۰ ہزار محدثین نے آپ سے روایت حدیث کی ہے،[2] جنمیں شیوخ اور معاصرین دونوں شامل ہیں، یہاں اس طویل فہرست میں سے اعمش، شعبہ، امام مالک، ابن المبارک اور یحییٰ بن سعید القطان کا تذکرہ کافی ہوگا، کیونکہ یہ حضرت بجائے خود سپہر علم و فضل کے آفتاب و ماہتاب ہیں،

اجتہاد قرون اولیٰ میں سب سے پہلے محدثین مجتہدانہ انداز سے مسائل مذہب کی اشاعت کرتے تھے، مگر ان میں سے جن اصحاب کا اجتہاد مقبول خاص و عام ہوا، وہ انگلیوں پر شمار کئے جاتے ہیں، ہمارے زمانہ میں

---

[1] تہذیب عسقلانی ج ۴ ص ۱۱۱، [2] تہذیب عسقلانی جلد ۴ ص ۱۱۱ والجزرجی ص ۱۴۵

ائمۂ اربعہ کی مقبولیت کے باعث یہ تعداد چار پر ختم ہو جاتی ہے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اب سے سو سال پہلے تک ائمۂ مجتہدین پانچ مانے جاتے تھے، اور طبقاتِ محدثین و فقہا میں ان حضرات کا تذکرہ "احد من الائمۃ الخمسۃ" سے شروع ہوتا تھا،

ان پانچ مجتہدوں میں کے دوسرے امام سفیان ثوری ہیں، ان کا اجتہاد کئی سو برس تک مسلمانوں کے ایک معقول طبقہ کا رہنما رہا، ابن خلکان، اور کفوی نے شیخ الطائفہ حضرت جنید بغدادی کو ان کا مقلد لکھا ہے[1]

سفیان ثوری کے مرتبہ اجتہاد کا اندازہ عیار شناسان مذہب کے ان اقوال و آرا سے ہوگا، جو ذہبی اور عسقلانی نے ان کے ترجمہ میں بالتفصیل نقل کئے ہیں، یہاں صرف محدثین کے اس نقد پر جو ابن خلکان نے نقل کیا ہے، اکتفا کرتے ہیں، کیونکہ اس سے ثوری کے مرتبہ کا قدرے اندازہ ہو سکے گا، وہ لکھتا ہے، کہ

"یہ بات زبان زد ہے کہ امیر المومنین عمر بن خطاب رضؓ اپنے زمانہ میں "راس الناس" تھے، ان کے بعد علی الترتیب عبد اللہ بن عباس، امام شعبی، امام سفیان ثوری راس الناس قرار پائے"

عقائد | چونکہ امیر المومنین حضرت علی رضی اللہ عنہ نے سیاسی مصالح کی بنا پر مدینہ کے بجائے کوفہ کو اپنا مستقر بنایا تھا، اس لئے کوفہ کے عوام و خواص اہلبیت رسول اللہؐ اور ان کے سیاسی خیالات کے حامی تھے، ان حامیوں میں مذہبی جماعت کے ممتاز افراد بھی شامل ہیں، چنانچہ منصور کے عہدِ خلافت میں ابراہیم نے خروج کیا تو خود امام ابو حنیفہ رحؒ نے انکی امداد کی تھی[2]

سفیان بھی کوفہ کے رہنے والے تھے، اسلئے بنی امیہ اور بنی عباس کے مقابلہ میں بنی فاطمہ کی جانب وہ

[1] الکفوی ورق ۵۰ب [2] سیرۃ النعمان ۱۰۰، ۵۵،

مائل تھے، ایک بار کسی شخص نے دریافت کیا، کہ حضرات عثمان و علی رضی اللہ عنہما میں کون افضل ہے، آپنے فرمایا، "اہل بصرہ افضلیتِ عثمان کے قائل ہیں، اور اہل کوفہ افضلیتِ علی کا عقیدہ رکھتے ہیں" سائل نے کہا اور آپ؟ تو کہا میں بہرحال کوفہ کا باشندہ ہوں[1]

مورخین نے ان کے عقائد کے بارہ میں اختلاف کیا ہے، ابن قتیبہ اور ابن ندیم زیدی قرار دیتے ہیں[2] لیکن طبری لکھتا ہے کہ ابتداً شیعہ تھے، جب طلبِ حدیث کے سلسلہ میں بصرہ گئے، اور ابن عون اور ایوب سے ملاقات ہوئی، تو ان کے اثرِ صحبت سے تشیع ترک کر دیا[3] چونکہ طبری کے بیان کی تائید خود سفیان کے اس عقائد نامہ سے ہوتی ہے، جو انھوں نے شعیب بن جریر کو املا کرایا تھا، اس لئے یہاں اس کا متن اور اردو ترجمہ دونوں درج کیا جاتا ہے، اس عقائد نامہ کی وجہ املا شعیب کی زبانی یہ بیان کی گئی ہے، کہ ایک بار انھوں نے سفیان سے عرض کیا تھا، کہ "سنت رسول اللہ کے متعلق مجھے کوئی نفع بخش بات بتایئے" اس پر انھوں نے کہا، لکھو،

بسم اللہ الرحمن الرحیم،

القرآن کلام اللہ غیر مخلوق.	قرآن خدا کا کلام ہے، اور غیر مخلوق ہے؛
منه بدا والیه یعود. من قال غیر	اور وہی ذاتِ اقدس اس کا مبدا، و معاد
هذا فهو کافر والایمان قول وعمل	ہے، جو کوئی اس عقیدہ کے خلاف کہے، وہ
ونیة. یزید وینقص وتقدمة	کافر ہے، ایمان، قول، عمل اور نیت تینوں
الشیخین (الی ان قال) یاشعیب	کا نام ہے، اور وہ گھٹتا بڑھتا بھی ہے، او
لا ینفعك ماکتبت حتی تری المسح	شیخین کو مقدم رکھنا، (اس کے بعد کہنے لگے)

[1] الکفوی ورق ۶۵ ب [2] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام حرف S بحوالہ کتاب المعارف ص ۳۰۱ والفہرست ص ۲۲۵ [3] الذیل المذیل ص ۱۰۵،

على الخفين. وحتى ترى ان اخفاء
بسم الله الرحمن الرحيم افضل
من الجهر به. وحتى تومن
بالقدر، وحتى ترى الصلوة
خلف كل بر و فاجر، والجهاد
ماض الى يوم القيامة، والصبر
تحت لواء السلطان جائرا و
عدل (فقلت يا اباعبد الله الصلوة
كلها، قال)
لا ولكن صلاة الجمعة والعيدين
صل خلف من ادركت، واما
سائر ذلك فانت مخير لا تصل
الا خلف من تثق به، وتعلم
انه من اهل السنة اذا وقفت
بين يدى الله فسالك عن هذا
فقل يارب حدثنى بهذا سفيان
الثورى، ثم خل بينى وبين الله عز وجل[1]

کہ شعیب جو کچھ میں نے لکھا ہے، یہ تجھے اسی وقت فائدہ پہنچائے گا کہ (۱) موزوں پر مسح کرے، (۲) اور یہ مانے کہ بسم اللہ الرحمن الرحیم بلند آواز سے پڑھنے کے مقابلہ میں آہستہ پڑھنا بہتر ہے، اور (۳) قدر الٰہی پر ایمان رکھے، (۴) ہر نیک اور بد کے پیچھے نماز پڑھنا جائز سمجھے، اور یہ جہاد قیامت تک جاری رہے گا، اور بادشاہ کے جھنڈے کے نیچے صبر و استقامت، خواہ بادشاہ ظالم ہو یا عادل"

شعیب نے سوال کیا کہ تمام نمازیں، تو آپ نے فرمایا نہیں بلکہ صرف جمعہ اور عیدین کی نمازیں جس کے پیچھے ملجائیں، پڑھ لو، باقی نمازوں کے متعلق اختیار ہے، کہ اگر جی چاہے، تو اس کے پیچھے پڑھ لو جس پر وثوق ہو، اور یہ معلوم ہو کہ یہ اہل السنت میں سے ہے پھر جب خدا کے روبرو حاضر ہو اور وہ ان امور کے متعلق سوال کرے، تو کہدینا کہ مجھے یہ باتیں سفیان نے بتائی تھیں، میں خدا سے عرض کروں گا"

[1] تذکرۃ الحفاظ جلد ۱ ص ۱۹۲

شہرستانی نے سفیان کو فرقہ صفاتیہ میں شمار کیا ہے[1]، یہ فرقہ صفات خداوندی میں کسی قسم کی تاویل جائز نہیں رکھتا، اور استواء، ری، ید، وجہ وغیرہ الفاظ کو علیٰ حالہا تسلیم کرتا ہے، چونکہ عام محدثین اسی فرقہ سے تعلق رکھتے تھے، اسلئے قرین قیاس ہے کہ سفیان بھی اسی عقیدہ کے حامی ہوں،

سفیان فرقہ مرجیہ کے بہت سخت مخالف تھے، ایک بار کسی مرجی کی نماز جنازہ پڑھنے کو ان سے کہا گیا تھا، مگر انھوں نے صاف انکار کر دیا،[2] اسی طرح اہل نجوم کو بھی بُری نظر سے دیکھتے تھے، منصور کے عہد میں بغداد میں ایک مشہور یہودی نجم ماشاء اللہ نامی رہتا تھا، ایک بار اس سے ملاقات ہو گئی، انھوں نے کہا، ماشاء اللہ تم زحل سے ڈرتے اور مشتری سے امید باندھتے ہو اور میں زحل کے رب سے خوف کھاتا، اور مشتری کے رب سے آس لگاتا ہوں، نیز تم روزانہ صبح کو نچھتر دیکھتے ہو اور میں استخارہ کرتا ہوں دیکھو ہم دونوں میں کسقدر فرق ہے، ماشاء اللہ نے اعتراف کیا کہ سفیان کا عقیدہ بہتر ہے[3]،

زہد و اتقاء قرون اولیٰ کے تمام اصحاب شریعت راہ طریقت کے جادہ پیما ہیں، کیونکہ اس بابرکت عہد میں شریعت وطریقت دو علحدہ راہیں نہیں مانی گئی تھیں لیکن صوفیہ کو دوسرے ائمہ پر یہ شرف حاصل ہے کہ وہ محفل ظاہر و باطن دونوں میں صاحب اعتبار ہیں، آج ثوری فقہ ناپید ہے، لیکن صوفیہ کی مجلسوں میں انکے حکیمانہ اقوال واجب التعمیل شمار ہوتے ہیں، تمام ارباب سلوک زہد و اتقاء میں انھیں شاہنشاہ عہد تسلیم کرتے ہیں، اور اپنی تصانیف میں ان کو بطور سند پیش کرتے ہیں،

سفیان کی زاہدانہ زندگی کا آغاز ایک نہایت معمولی واقعہ سے ہوا ہے، کہا جاتا ہے کہ یہ ایک دن مسجد تشریف لے گئے، اور سنت کے خلاف پہلے بایاں قدم اندر رکھدیا، دفعۃً کان میں آواز آئی "سفیان تم درحقیقت چوپایہ ہو" ضمیر کی اس تنبیہ سے اُن کے ہوش پراگندہ ہو گئے، اور جب قدرے سکون ہوا، تو داڑھی پکڑ کر

[1] کتاب الملل والنحل طبع لندن ص ۶۵، [2] انسائیکلوپیڈیا آف اسلام بحوالہ ابن سعد، [3] تاریخ الحکما للقفطی ص ۲۱۴

کانون پر طمانچے مارے، اور کہا سفیان جب تو نے مسجد میں داخل ہوتے وقت ادب ملحوظ نہ رکھا، تو انسانیت سے تیرا نام خارج ہوناہی بہتر ہے[۱]

اکل حلال، (۱) سلوک کا پہلا مقام "پاک روزی" ہے، سفیان کے زمانہ میں اکثر محدثین کو حکومت کی طرف سے وظائف وصلات ملا کرتے تھے، لیکن بسااوقات یہ رقوم قلب میں امید وبیم کی کشمکش پیدا کرکے حق گوئی سے باز رکھتی تھیں، اس لئے اونھون نے بجز ایک مرتبہ کے کبھی کسی حاکم سے عطیہ یا وظیفہ قبول نہیں کیا، ان کے پاس دوہزار اشرفیاں تھیں، اس سرمایہ سے ابتداءً خود تجارت کرتے تھے، لیکن جب ۱۵۰ھ میں کوفہ کو خیرآباد کہا، تو برادری کے چند تاجرون سے شرکت مضاربت کرلی، یہ لوگ سال بھر خرید وفروخت کرکے سالانہ موسم حج میں حساب کرتے، اور مقررہ منافع ان کو دیجاتے[۲]

سفیان نے ہمیشہ منافع تجارت پر گذر کی، اور اصل سرمایہ آخر عمر تک محفوظ رہا، ابن سعد کہتا ہے، کہ جسوقت انکا انتقال ہوا ... دینار نقد ان کے پاس موجود تھے، لیکن ابن قتیبہ نے .. دینار کا مال تجارت بتایا ہے، اسکے بیان کے مطابق سفیان نے نقد رقم قطعاً نہیں چھوڑی[۳]

صدق مقال، (۲) سلوک کا دوسرا مقام "حق گوئی" ہے، سفیان میں یہ صفت بھی حد تکمیل کو پہنچ گئی تھی، تمام تذکرہ نگار ان کو "قوال بالحق" کہتے ہیں، بعض اصحاب سفیان کی ان گفتگوؤں کو جو منصور اور مہدی سے برسر دربار ہوئیں سفیان کی درشتی اخلاق اور مصلحت ناشناسی پر محمول کرین گے، لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس عہد کے عرب مسلمانوں کو، دروغ مصلحت آمیز، راستی فتنہ انگیز، پسند خاطر نہ تھی، وہ صرف قرآن پاک کا اصول، لاتکتمو الحق (حق کو نہ چھپاؤ) پیش نظر رکھتے، اور اسی اصول کے عملی پہلو کو عام بنانا چاہتے وہ جان، مال، راحت، وطن، ہرشے ترک کرنے پر آمادہ ہوجاتے لیکن حق کا ساتھ نہ چھوڑتے سفیان بھی عرب تھے مسلمان تھے، اور وارث نبی تھے، اسلئے لازم تھا کہ جان پر کھیل جاتے مگر حق کا دامن نہ چھوڑتے،

کیونکہ

شہپر زاغ وزغن در قید وبند صید نیست — این شہادت قسمت شہباز وشاہین کردہ اند (باقی)

[۱] خزینۃ الاصفیا، فارسی ص ۹۹، [۲] ابن سعد جلد ۶ ص ۲۵۹، [۳] کتاب المعارف ص ۱۲۵ مخطوطہ لیکن انسائکلوپیڈیا کے مقالہ نگار نے لکھا ہے کہ ابن قتیبہ ۱۵۰ دینار کا مال بتاتا ہے،

تصوّف کی اجمالی تاریخ

اور

اوس پر نقد وبحث

از مولانا عبد السلام ندوی

(۴)

تصوف کی مخالفت، تصوف کی ابتدا جس زمانے مین ہوئی، وہ تابعین کا زمانہ تھا، اور اس زمانے میں لوگ قرآن، حدیث، اور آثار صحابہ کے سوا، اور کسی چیز سے آشنا نہ تھے، اسلئے حضرت ذوالنون مصری نے اول اول تصوف کے مقامات مرتب کئے، تو لوگوں نے اسکو بدعت خیال کیا، اور عبد اللہ بن الحکیم نے جو مصر کا رئیس تھا، اور مالکی مذہب رکھتا تھا، ان کی مخالفت کی، علماے مصر نے ان سے تعلقات منقطع کرلئے، اور لوگوں نے اون کو زندیق قرار دیا[۱]، علامہ سیوطی حسن المحاضرہ میں لکھتے ہیں، کہ پہلے پہل انھوں نے جب اس علم کی تشریح کی، تو اہل مصر ان کے مخالف ہوگئے، کہ انھون نے ایک ایسا علم ایجاد کیا ہو، جس میں صحابۂ کرام نے گفتگو نہیں کی ہے، اور خلیفہ متوکل کے دربار میں شکایت کی، اور اوس نے مصر سے ان کو طلب کرلیا[۲]، علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ حارث بن مسکین نے اون کو سزا دی، اور لوگوں نے اون کو فلاسفہ کے گروہ میں شامل کیا[۳]،

حضرت ذوالنون مصری کے بعد اُن کے مرید یوسف بن الحسین المتوفی ۳۰۴ھ نے جب بہ مقام رے

[۱] تلبیس ابلیس ص ۱۷۷، [۲] حسن المحاضرہ جلد اول ص ۲۱۸، [۳] فتاویٰ ابن تیمیہ جلد اول ص ۲۸۶،

تصوف کے حقائق و معارف بیان کئے تو لوگوں میں سخت برہمی پیدا ہوئی، جسکی وجہ یہ تھی کہ اسوقت وہاں کے لوگ علم ظاہر کے سوا اور کسی علم سے آشنا نہ تھے، چنانچہ تذکرۃ الاولیاء میں ہے:

"چوں مجلس آغاز کرد سخنِ حقائق بیان کرد، اہل ظاہر بخصمی برخواستند کہ دراں وقت بجز علم صورت علم دیگر نبود"

نتیجہ یہ ہوا کہ ایک روز وہ مجلس میں آئے، تو ہر طرف سناٹا تھا، واپس ہونا چاہا تو ایک بڑھیا نے آواز دی، کہ کیا تم نے ذوالنون سے یہ عہد نہیں کیا تھا کہ نصیحت کرنے میں تمہاری نگاہ مخلوق پر نہ رہے گی، جو کچھ کہو گے خدا کے لئے کہو گے، یہ سنکر اونھوں نے وعظ کہنا شروع کیا، اور اسی طرح پچاس سال بسر کردیئے، انکی پروا نہ تھی کہ مجلس میں کوئی ہو بھی یا نہیں[1]،

یہ تصوف کے علمی اور فلسفیانہ حصے کا حال تھا، اخلاقی حیثیت سے محاسبۂ نفس کے متعلق حارث محاسبی وغیرہ نے جو کتابیں تصنیف کی تھیں، محدثین کے نزدیک وہ بھی کتاب و سنت کے مخالف تھیں، چنانچہ محدث ابوزرعہ سے حارث محاسبی کی کتابوں کے متعلق سوال کیا گیا، تو اونھوں نے سائل سے کہا، کہ ان کتابوں سے احتراز کرو، یہ بدعتوں اور گمراہیوں کی کتابیں ہیں، تم کو صرف حدیث کا اتباع کرنا چاہئے، وہ ان کتابوں سے بے نیاز کر دینے والی چیز ہے" ان سے کہا گیا، کہ ان کتابوں سے عبرت حاصل ہوتی ہے، بولے جس کو کتاب اللہ سے عبرت حاصل نہ ہوتی ہو اوس کو ان کتابوں سے عبرت نہیں حاصل ہو گی، کیا مالک بن انس، سفیان ثوری، اوزاعی، اور ائمہ متقدمین نے خطرات اور وساوس کے متعلق یہ کتابیں تصنیف کی تھیں، ؟ ان لوگوں نے اہل علم کی مخالفت کی ہے، کبھی حارث محاسبی کا نام لیتے ہیں، کبھی عبدالرحیم دبیلی کا، کبھی حاتم اصم کا، اور کبھی شقیق کا، لوگ کسقدر جلد بدعتوں کی طرف مائل ہو گئے، امام احمد ابن حنبل کہتے ہیں، کہ وساوس و خطرات کے متعلق صحابہ اور تابعین نے کلام نہیں کیا، ایک بار اونھوں نے

[1] تذکرۃ الاولیا جلد اول ص ۲۱۰،

حارث بن محاسبی کا کلام سنا تو اپنے ایک شاگرد سے کہا کہ تم ان لوگوں کے پاس نہ بیٹھو[1]،

تصوف کی مخالفت کا ایک بڑا سبب یہ ہوا، کہ قدماء ہی کے زمانے میں صوفیہ کے دو مختلف فرقے قائم ہو گئے تھے، جن میں ایک کو اصحاب الصحو اور دوسرے کو اصحاب السکر کہتے ہیں، لغت میں صحو کے معنی ہوش میں آنے کے ہیں، اور سکر بدہوشی اور نشہ کی حالت کو کہتے ہیں، ان دونوں فرقوں میں پہلے فرقے کے امام حضرت جنید بغدادی تھے، اور اکثر مشائخ بغداد نے انہی کا طریقہ اختیار کیا تھا، چنانچہ تذکرۃ الاولیاء میں ہے:۔

"و بیشتر از مشائخ بغداد در عصر او، و بعد از وے مذہب او داشتند و طریق او طریق صحو است بخلاف طیفوریان کہ اصحاب بایزید اند و معروف ترین طریقے در طریقت و مشہور ترین مذہب مذہب جنید است و در وقت او مرجع مشائخ او بود"[2]

اسی کتاب میں عمرو بن عثمان مکی، المتوفی ۲۹۱ھ کے حالات میں لکھا ہے:۔

"ہرگز سکر را بر خود دست نداد و در صحو رفت و تصانیف لطیف دارد، دریں طریق و کلمات عالی و ارادات او بجنید بود"[3]

لیکن دوسرے فرقے یعنی اصحاب السکر کے امام حضرت ابو یزید بسطامی تھے، اور اس بیخودی کی حالت میں اون کی زبان سے بعض ایسے فقرے نکل گئے جو عوام کے نزدیک قابل اعتراض قرار پائے، چنانچہ ایک بار ان کی زبان سے یہ فقرہ نکل گیا، کہ رسول اللہ صلعم کی طرح مجھے بھی معراج ہوئی ہے، اس پر بسطام کے لوگ اسقدر برہم ہوئے، کہ انکو بسطام سے شہر بدر کر دیا[4]، تصوف کی اصطلاح میں اسی قسم کے فقروں کو شطحیات کہتے ہیں، اور حضرت ابوبکر شبلی کی زبان سے اس قسم کے فقرے زیادہ تر نکلے ہیں، چنانچہ علامہ ابن قیم مدارج السالکین میں لکھتے ہیں:۔

[1] تلبیس ابلیس ص ۱۷۰، [2] تذکرۃ الاولیا، جلد دوم ص ۵، [3] تذکرۃ الاولیا جلد دوم ص ۳۷، [4] تلبیس ابلیس ص ۳۴۱

وھو صاحب الشطحات المعروفۃ ان کے شطحات بہت مشہور ہیں،[۱]

سب سے بڑھکر یہ کہ دوسری صدی کے آخر میں صوفیہ کی جماعت میں سماع کا رواج ہوا، اگرچہ اکابر صوفیہ اس سے محترز رہے،[۲] تاہم صوفیہ کے گروہ پر اس کا اثر پڑا، اور یہ تصوف کی مخالفت کا ایک بڑا ذریعہ بنگیا، چنانچہ تذکرۃ الاولیاء میں ہے،

"چون غلام خلیل بدشمنی این طائفہ برخاست وپیش خلیفہ گفت کہ جماعتے پدید آمدہ اند کہ سرود میگویند ورقص مے کنند وکفریات میگویند وہمہ روز تماشا مے کنند ودر سردابہا مے روند پنہان وسخن می گویند، ایں قومے اند از زنادقہ اگر امیر المومنین فرمان دہد بکشتن ایشان مذہب زنادقہ متلاشی شود کہ سر ہمہ این گروہ اند اگر ایں خیر از دست امیر المومنین آید من او را ضامنم بثوابے جزیل خلیفہ در حال فرمود تا ایشان را حاضر کردند وایشان ابوحمزہ وارقام وشبلی ونوری وجنید بودہ اند"[۳]

قدماء کے دور تک تصوف کی جو کچھ مخالفت ہوئی وہ عملی تھی، لیکن اس کے بعد تصوف نے علمی قالب اختیار کیا، اور تصوف کے متعلق بہترین کتابوں کا ذخیرہ تیار ہوگیا، اسلئے جو لوگ اسکو کتاب وسنت کے خلاف سمجھتے تھے، انھون نے صوفیہ کی مخالفت مین کتابیں لکھیں، اور ان کے قابلِ اعتراض طریقوں پر نقد وبحث کی، اور غالباً سب سے پہلے محدث ابن جوزی نے تلبیس ابلیس میں ان طریقوں پر نہایت تفصیل کیساتھ اعتراضات کئے، لیکن اسی کیساتھ انکو اصل تصوف یا قدماء صوفیہ، بلکہ تمام مشائخ صوفیہ پر کوئی اعتراض نہیں ہے، بلکہ زیادہ تر ان کے اعتراضات متصوفہ یعنی مصنوعی صوفیوں پر وارد ہوتے ہیں، چنانچہ قدمائے صوفیہ کی پابندی کتاب وسنت کا تذکرہ کرنے کے بعد لکھتے ہیں، :-

"گو یہ مشائخ صوفیہ کے اقوال ہیں، لیکن علم کی دوری سے ان کے بعض مشائخ سے غلطیاں بھی

[۱] تلبیس ابلیس جلد ۳ ص ۴۲، [۲] رسالہ سماع ورقص لابن تیمیہ ص ۳۰۰، [۳] تذکرۃ الاولیاء جلد ۲ ص ۱۴۹،

سرزد ہوئی ہیں، اسلئے اگر ان کا انتساب ان کی طرف صحیح ہے، تو ان پر اعتراض وارد ہوگا، کیونکہ حق میں کوئی رو ورعایت نہیں، لیکن اگر یہ انتساب صحیح نہیں ہے، تو جس شخص سے بھی اس قسم کا قول اور اس قسم کا مذہب صادر ہو، ہم اس سے بحث کریں گے، لیکن جو لوگ صوفی نہیں ہیں، بلکہ صوفیہ کیسا تشابہ پیدا کر لی ہو، انکی غلطیاں بہت ہیں[۱]"،

بہرحال کتاب وسنت کو معیار قرار دیکر انھون نے صوفیہ کے جن جن طریقوں پر اعتراضات کئے ہیں، ہم ان کا خلاصہ درج کرتے ہیں،

طہارت اسلام ایک آسان مذہب ہے، اور ہر چیز میں آسانی کی تعلیم دیتا ہے، اسلئے جب کبھی اس آسانی کو سختی کے ساتھ بدلا گیا ہے، تو یہ طریقہ قابلِ اعتراض قرار پایا ہے، صحابۂ کرام میں حضرت ابو موسیٰ اشعری رض طہارت کے معاملے میں سخت محتاط تھے، اور پیشاب کے چھینٹوں سے بچنے کیلئے شیشے میں پیشاب کرتے تھے، اور کہتے تھے، کہ بنو اسرائیل کے بدن پر جب پیشاب کے چھینٹے پڑ جاتے تھے، تو وہ اسکو قینچی سے کاٹ ڈالتے تھے، لیکن حضرت ابو حذیفہ رض کو اسکی خبر ہوئی، تو فرمایا کاش وہ اسقدر سختی نہ کرتے، کیونکہ میں رسول اللہ صلعم کیساتھ جا رہا تھا، آپ ایک گھور پر پہنچے، تو تمھیں لوگوں کی طرح کھڑے ہو کر پیشاب کیا،[۲] اس کے بعد فرقۂ عباد نے اسمیں طرح طرح کی سختیاں کیں، مثلاً جس پانی سے وضو کرتے تھے، اسمیں طرح طرح کے احتمالات پیدا کرتے تھے، کہ یہ پاک ہے یا نہیں؟ وضو میں نہایت کثرت سے پانی استعمال کرتے تھے، اور بعض اوقات اس قدر دیر لگاتے تھے، کہ نماز کا وقت فوت ہو جاتا تھا، یا جماعت میں شریک نہیں ہوتے تھے، صوفیہ نے اس سختی میں اور اضافہ کیا، ایک بزرگ صرف نہر کے کنارے جا کر وضو کرتے تھے، ان کے لئے پانی کی معمولی مقدار کافی نہ تھی، ابن عقیل نے ایک خانقاہ میں وضو کیا، تو تمام صوفیہ ہنس پڑے، کیونکہ انھون نے کم پانی استعمال کیا تھا، بعض صوفیہ چٹائیوں پر بھی جوتا پہنکر چلتے تھے، کہ پاؤں نجاست سے محفوظ رہیں، حالانکہ سلف کا یہ طریقہ نہ تھا،

[۱] تلبیس ابلیس ص ۱۰۹، [۲] مسلم کتاب الطہارۃ باب المسح علی الخفین،

مال

قدمار صوفیہ چونکہ زاہد حقیقی تھے، اسلئے مال و دولت کی برائیوں سے ڈرتے تھے، اور اسکو ترک کرکے فقر پر بیٹھ جاتے تھے، اگرچہ یہ ایک غلطی تھی، تاہم ان کی نیت نیک تھی، رفتہ رفتہ یہ صوفیوں کا ایک طریقہ ہوگیا اور مال و دولت کا جمع کرنا یا اس کا پاس رکھنا زہد و تصوف کے خلاف سمجھا جانے لگا، حضرت حارث محاسبی نے اس پر ایک طویل بحث کی ہو، اور امام غزالی نے اوسکی تائید کی ہے، حارث محاسبی نے جو کچھ لکھا ہو اسکا خلاصہ یہ ہے کہ خدا اور خدا کے رسول نے مال و دولت کے جمع کرنے کی ممانعت کی ہو، اور صحابہ نے جو کچھ مال و دولت جمع کیا تھا، وہ حجت نہیں ہے، حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کو قیامت کے دن یہ آرزو ہوگی کہ دنیا کے مال و دولت میں سے کاش ان کو صرف وجہ معاش ملی ہوتی، جب ان کا انتقال ہوا تو بہت سے صحابہ نے کہا کہ انھون نے جو کچھ مال و دولت جمع کیا ہے ہمکو خوف ہو کہ وہ ان کے لئے مضر نہ ہو، اس پر حضرت کعب نے کہا کوئی اندیشہ کی بات نہیں، انھون نے جائز مال کمایا، اور جائز مال صرف کیا، یہ سنکر حضرت ابو ذر غفاری رض ان کے مارنے کو دوڑے، اور کہا کہ تم یہ کہتے ہو، حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہو کہ زیادہ دولتمند لوگ قیامت کے دن مفلس ہون گے، بجز ان کے جنھون نے مال و دولت کو اڑا دیا، پھر فرمایا کہ ابو ذر تم زیادہ چاہتے ہو، اور میں کم چاہتا ہون" حضرت کعب رض اس کا جواب نہ دیسکے، تو حضرت عبد الرحمن بن عوف رض کا یہ حال ہو کہ باوجود فضائل کے صرف مال و دولت کی وجہ سے جسکو انھون نے جائز طریقہ پر خود داری کے تحفظ رکھنے اور نیکی کے کرنے کے لئے کمایا میدان قیامت میں رک جائیں گے، اور فقراء مہاجرین کیساتھ جنت کی طرف نہ دوڑیں گے، بلکہ ان کے پیچھے پیچھے گھٹنوں کے بل چلیں گے، صحابہ کرام کے پاس جب کچھ نہیں ہوتا تھا، تو خوش ہوتے تھے، اور تم محتاجی کے خوف سے مال جمع کرتے ہو، یہ خدا کیساتھ بدگمانی اور اسکی ذمہ داری پر یقین نہ کرنے کا نتیجہ ہے، جو بہت بڑا گناہ ہے، تم دنیوی عیش و لذت کے لئے مال جمع کرتے ہو، حالانکہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ جو شخص دنیا کے فوت ہو جانے پر متاسف ہوگا، وہ جہنم کے قریب پہنچ جائے گا، جبکہ صحابہ کو حلال و طیب مال ملتا تھا، کیا تم کو اپنے زمانے مین مل سکتا ہے؟ تمکو سد رمق پر قناعت کرنی چاہئے، اور نیک

کامون کیلئے بھی مال نہیں جمع کرنا چاہئے، ایک عالم سے سوال کیا گیا، کہ جو شخص نیک کامون کیلئے مال جمع کرتا ہے، وہ کیسا ہو؟ بولے "مال نہ جمع کرنا اس سے زیادہ نیکی کا کام ہو"،

امام غزالی نے بھی اسکی تائید کی ہے، لیکن یہ شریعت اور عقل کے خلاف ہو، خود خداوند تعالے نے مال کو قوام کہا ہو، یعنی وہ چیز جس سے دنیا قائم ہے، چنانچہ فرمایا،

ولا تؤتوا السفهاء اموالهم التي جعل الله لكم قياما،

اور مال جس کو خدا نے تمھارے لئے (ایک طرح کا) سہارا بنایا ہو ان (یتیمون) کے حوالے نہ کرو، جو کم عقل ہوں،

اور رسول اللہ صلعم نے مال کے ضائع کرنے کی ممانعت فرمائی ہو، آپ نے حضرت سعد رض سے فرمایا کہ اپنے ورثہ کو دولتمند چھوڑ جانا تمھارے لئے اس سے بہتر ہے، کہ ان کو محتاج چھوڑ جاؤ، اور وہ لوگون سے بھیک مانگیں نیز فرمایا، ابو بکر کے مال کی طرح مجھے کسی کے مال نے فائدہ نہیں پہنچایا، ایک صحابی کو آپ نے ایک غزوہ میں بھیجا اور مال غنیمت کی توقع دلائی، انھوں نے کہا کہ میں مال کیلئے تو مسلمان نہیں ہوا ہون، فرمایا "صالح آدمی کیلئے صالح مال تو بہترین چیز ہے" حضرت انس بن مالک رض کو آپ نے بہت سی دعائیں دیں، اور اخیر دعا میں فرمایا کہ خداوندا ان کے مال و اولاد کو بڑھا، اور ان کو برکت دے، حضرت کعب بن مالک رض کی توبہ قبول ہوئی، تو انھون نے اپنا کل مال صدقہ کرنا چاہا، لیکن آپ نے فرمایا کہ کچھ مال روک لو، یہ تمھارے لئے بہتر ہے؛

یہ سب صحاح کی حدیثیں ہیں، اور ان سے صوفیہ کے اس عقیدہ کی غلطی ثابت ہوتی ہو، کہ مال کا جمع کرنا توکل کے خلاف ہو، البتہ اس میں شبہہ نہیں کہ مال و دولت میں برائیاں بھی ہیں، لیکن بہرحال ضروری معاش کیلئے جائز طریقہ سے مال حاصل کرنا تو لازمی ہے، البتہ جو شخص جائز طریقہ سے مال کو جمع کرنا اور اسکو بڑھانا چاہتا ہے، اوسکے مقصد کو دیکھنا چاہئے، اگر اس کا مقصد صرف نام و نمود ہے، تو اس مقصد کی

برائی میں کوئی شبہ نہیں، لیکن اگر یہ مقصد ہے کہ خود دریوزہ گری سے بچے، اپنے اہل وعیال کو بچائے، حوادث
زمانہ سے بچنے کا اسکو ذریعہ بنائے، دوستوں کی مدد کرے، محتاجوں کو دولت مند بنائے، اچھے کام کرے،
تو اس نیت سے مال جمع کرنا بہت سی عبادتوں سے بہتر ہے، اور صحابۂ کرام انہی اغراض کے لئے مال
جمع کرتے تھے،

باقی رہیں وہ حدیثیں جن سے حارث محاسبی نے استدلال کیا ہے، وہ سب موضوع ہیں، البتہ یہ
حدیث صحیح ہے، کہ فقراء مہاجرین جنت میں دولتمندوں سے پانچسو برس پہلے داخل ہونگے، لیکن یہ انکے صبر کا
صلہ ہے فقر وفاقہ کا صلہ نہیں،

بہت سے صوفیہ ایسے گذرے ہیں، جنھوں نے اپنی جائز کمائی کا تمام مال لٹا دیا، پھر بھیک مانگنے لگے،
حالانکہ صحیح حدیثیں اسکی مخالفت کرتی ہیں، ابو داؤد میں ہے کہ ایک صحابی انڈے کے برابر سونا لائے، اور
کہا کہ یا رسول اللہ میں نے اسکو ایک کان میں پایا ہو، اسکے سوا میرے پاس اور کچھ نہیں، اسکو صدقہ میں لے
لیجئے، آپ نے انکار کیا، لیکن وہ بار بار اصرار کرتے رہے، اور آپ انکار فرماتے رہے، اخیر میں آپ نے لیکر انکی
طرف اس زور سے پھینکا کہ اگر ان پر پڑ جاتا تو ان کو چوٹ آتی، اور فرمایا، کہ تم لوگ اپنا سب کچھ لے کر آتے ہو،
اور کہتے ہو کہ یہ صدقہ ہے، پھر بھیک مانگنے لگتے ہو، بہترین صدقہ وہ ہے، جس کے دینے کے بعد بھی مال بچ رہے،
لیکن صوفیہ اسکو توکل کے خلاف سمجھتے تھے، ایک صوفی سے توکل کے بارے میں سوال کیا گیا، ان کے
پاس صرف ایک درہم تھا، انھوں نے اسکو صرف کر دیا، تب جواب دیا، کیونکہ توکل کا اقتضا یہی تھا، حالانکہ
صحابہ اور تابعین توکل کے یہ معنی نہیں سمجھتے تھے، حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ جب خلافت کے کاموں میں
مشغول ہوئے، اور ان سے تجارت چھوڑنے کو کہا گیا، تو بولے، کہ پھر اپنے اہل وعیال کو کہاں سے
کھلاؤں گا،؟"

لیکن مال و دولت سے بیزاری صرف قدمائے صوفیہ کو تھی، اگرچہ ان کا یہ طریقہ غلط تھا، تاہم مقصد

کے لحاظ سے ان کی نیک نیت تھی، لیکن متاخرین صوفیہ بالکل دنیا کی طرف مائل ہوگئے، اور
ہر جائز و ناجائز طریقہ سے مال جمع کرنا شروع کیا، ان میں بعض لوگ ایسے تھے، جو محنت و مشقت کرکے روزی
پیدا کر سکتے تھے، لیکن وہ مسجد یا خانقاہ میں بیٹھکر صدقہ و خیرات پر زندگی بسر کرنے لگے، بہت سے ظالم اور
غاصب لوگ ان کے پاس روپیہ بھیجدیتے تھے، اور وہ اسکو بخوشی قبول کر لیتے تھے، اور اس کے لئے بہت سے
اصطلاحی الفاظ وضع کر لئے تھے، مثلاً فتوحات کا لفظ، یا یہ کہ ہماری روزی خواہ مخواہ ہم تک پہونچ رہیگی، یا یہ کہ
یہ خدا کا احسان ہو، اسلئے ہم اسکو رد نہیں کر سکتے، اور اسکے سوا کسی دوسرے کا شکر نہیں کرتے، لیکن یہ تمام
باتیں شریعت کے خلاف اور سلف صالح کی روش کے مخالف ہیں، رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہو کہ حلال بھی
کھلا ہوا ہے، اور حرام بھی، لیکن ان دونوں کے درمیان مشتبہ چیزیں ہیں، جنکو بہت سے لوگ نہیں جانتے،
تو جو شخص شبہات سے بچے گا، وہ اپنے دین اور اپنی عزت کو محفوظ رکھے گا، حضرت ابوبکر صدیق رضؓ نے ایک
شبہہ کی چیز کھالی تو قے کر دیا، سلف صالحین میں بہت سے بزرگ خودداری کے خیال سے دوستوں کا عطیہ
بھی نہیں قبول کرتے تھے، قدما صوفیہ ہمیشہ اس بات کا لحاظ رکھتے تھے، کہ مال کس طریقہ سے حاصل ہوا ہے،
اور معاش جائز طریقہ سے حاصل ہوئی ہے، یا نہیں، امام احمد بن حنبل سے سری سقطی کا حال پوچھا گیا، تو بولے کہ وہ
پاک روزی کے کھانے میں مشہور ہیں، سری کا بیان ہے، کہ میں ایک جماعت کیساتھ ایک غزوہ میں گیا، ہم سب نے
کرایہ پر ایک گھر لیا، اور میں نے اس میں ایک تنور گاڑا، لیکن سب نے اوس تنور کی روٹی کے کھانے سے احتراز کیا"
لیکن ہمارے زمانے کے صوفیوں کا یہ حال ہو کہ میں ایک خانقاہ میں گیا، اور اس کے شیخ کو دریافت کیا تو معلوم
ہوا کہ ایک امیر نے ان کو خلعت دیا ہو، اور وہ اس پر اسکو مبارکباد دینے گئے ہیں، حالانکہ وہ امیر بہت بڑا ظالم
تھا، ابو الحسن بسطامی ایک خانقاہ کے شیخ تھے، اور جاڑے اور گرمی دونوں موسموں میں پشمینہ پہنتے تھے، لیکن
وہ مرے تو چار ہزار دینار چھوڑ کر مرے، حالانکہ اہل صفہ میں سے ایک بزرگ دو دینار چھوڑ مرے تو رسول
اللہ صلعم نے فرمایا کہ دونوں آگ کے داغ ہیں،

لباس رسول اللہ صلعم اپنے کپڑون میں پیوند لگاتے تھے، اور حضرت عائشہ رضؓ کو حکم دیا تھا، کہ جب تک پیوند لگا کر کپڑا نہ پہن لو اسکو بدن سے نہ اوتارو، حضرت عمرؓ کے کپڑوں میں بھی پیوند لگے رہتے تھے، انہی روایتوں کی بنا پر قدماء صوفیہ نے گدڑی پہننا شروع کر دی، اور متاخرین صوفیہ نے اسکو ایک نمایش کی چیز بنا لیا چنانچہ مختلف رنگ کے دو تین قسم کے کپڑوں کو، جمع کر کے باہم جوڑ لیتے تھے، اور اس طرح مختلف رنگوں کی ایک گدڑی تیار ہو جاتی تھی،

بعض صوفیہ گدڑی میں اسقدر پیوند لگاتے تھے، کہ وہ نہایت بوجھل ہو جاتی تھی، ایک صوفی کی گدڑی کی صرف ایک آستین کا اون تولا گیا تو گیارہ رطل ہوا،

یہ گدڑی صرف شیخ کے ہاتھ سے پہنتے تھے، اور اسکو ایک سنت قرار دے لیا تھا، اور اس پر یہ سند پیش کرتے تھے، کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرات ام خالدؓ کو ایک کپڑا اپنے دستِ مبارک سے پہنایا تھا، اور ان کو دعا دی تھی،

بہت سے صوفیہ پشمینہ پوش رہتے تھے، اور اس پر یہ استدلال کرتے تھے، کہ رسول اللہ صلعم بھی پشمینہ پہنتے تھے بعض صوفیہ پشمینہ اور کپڑون کے نیچے پہنتے تھے، صرف اوسکی آستین کھلی رکھتے تھے، اس کے برعکس بعض صوفیہ نیچے تو نہایت نرم کپڑے پہنتے تھے، لیکن اوس کے اوپر پشمینہ پہن لیتے تھے، اور اس طرح بعض اوقات نہایت قیمتی کپڑوں کو ضائع کر دیتے تھے،

بعض صوفیہ حد سے زیادہ چھوٹے کپڑے پہنتے تھے، اسی بنا پر خواجہ حافظ نے فرمایا ہے:-

"دراز دستی این کوتہ آستیناں بیں"

بعض صوفیہ عمامے کے بجائے سر پر صرف ایک چھیچڑا رکھتے تھے،

بعض صوفیہ محض وسوسہ کیوجہ سے بہت سے کپڑے رکھتے تھے، مثلاً پائخانے کیلئے الگ کپڑا ہوتا تھا، اور نماز کیلئے الگ اس کے برعکس بعض صوفیہ ایک کپڑے سے زائد نہیں رکھتے تھے، لیکن ان سب کے خلاف بعض صوفیہ نہایت بیش

قیمتی کپڑے پہنتے تھے، اور موتی کی تسبیح ہلاتے تھے،

لیکن یہ تمام باتیں اصول شریعت، سنت، اور طریقۂ سلف کے خلاف ہیں،

۱- رسول اللہ صلعم یا صحابۂ کرام ضرورۃً کپڑوں میں پیوند لگاتے تھے، گدڑی پہننا اون کی کوئی سنت نہ تھی،

۲- رسول اللہ صلعم صحابۂ کرام کو عادۃً اپنے ہاتھ سے کپڑے نہیں پہناتے تھے، حضرت ام خالدؓ کو صرف محبت سے اتفاقاً کپڑا پہنا دیا تھا،

۳- رسول اللہ صلعم بے شبہہ بعض اوقات پشمینہ پہنتے تھے، لیکن یہ عرب کا عام لباس تھا، اور اس سے کوئی شہرت نہیں ہوتی تھی،

۴- نئے کپڑے میں شگاف کر دینا مال کا ضائع کرنا ہے جسکی شریعت میں ممانعت ہے،

۵- بہت زیادہ چھوٹے کپڑے پہننے سے بھی زہد وقناعت کی شہرت ہوتی ہے، عمامے کے بجائے صرف سر پر چھیچڑا رکھنا بھی اسی قبیل سے ہے،

۶- ہر ضرورت کے لئے الگ کپڑا رکھنا اگرچہ معیوب نہیں، تاہم یہ خطرہ ضرور ہے، کہ کہیں یہ سنت نہ قرار پا جائے، کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام ہر ضرورت کے لئے الگ الگ کپڑے نہیں رکھتے تھے،

۷- صرف ایک کپڑا رکھنا بھی عیب نہیں، البتہ جمعہ اور عید کے لئے کوئی خاص کپڑا رکھنا اور بھی بہتر ہے،

خانقاہ گذشتہ عبادت گذار لوگوں نے خانقاہیں اس غرض سے بنائی تھیں کہ دنیا سے الگ ہو کر اوس میں عبادت کریں، اگر یہ نیت صحیح تھی، تو اسمیں متعدد غلطیاں تھیں،

۱- یہ ایک بدعت ہے، کیونکہ مسلمانوں کی عبادت کی جگہ صرف مسجد ہے،

۲۔ یہ مسجدوں کی نظیریں تھیں، جن سے مسجدوں کی آبادی کم ہوجاتی تھی،

۳۔ مسجد کی طرف قدم اٹھانا ثواب کا کام ہے، اور خانقاہوں کے قیام سے یہ ثواب فوت ہوجاتا تھا،

۴۔ اس سے عیسائیوں کی مشابہت لازم آتی تھی، جو گرجوں میں جاکر عبادت کرتے تھے،

۵۔ ان میں نوجوان لوگ مجردانہ زندگی بسر کرتے تھے، حالانکہ ان کو نکاح کی ضرورت تھی،

۶۔ یہ زہد و عبادت کا اشتہار تھیں، جن میں لوگ ان کی زیارت کو آتے تھے،

لیکن اگر یہ خانقاہیں بدنیتی سے بنائی گئی تھیں، تو وہ لہو و لعب کا ایک مرکز اور زہد و عبادت کی ایک نمائش گاہ تھیں اور ان میں قیام کرنے کی غرض صرف یہی ہوسکتی ہے، کہ فکر معاش سے بے نیاز ہوکر خورد و نوش اور رقص و سرود میں مصروف رہیں اس لئے بشر حافیؒ کی گرسنگی سریؒ کی پرہیزگاری اور جنیدؒ کی مستعدی کا منظر یہاں کیونکر نظر آسکتا ہے

(باقی)

خیام

خیام کے سوانح تصنیفات اور فلسفہ پر تبصرہ اور فارسی رباعی کی تاریخ اور رباعیاتِ خیام پر مفصل مباحث اور آخر میں خیام کے چھ عربی و فارسی رسالوں کا ضمیمہ اور اوس کے قلمی رباعیات کے ایک نسخہ کی نقل شامل ہے، خیام کے مباحث پر بہت ہی مفصل، مکمل، اور حتی المقدور محققانہ یہ سب سے پہلی کتاب لکھی گئی ہے، ضخامت ۴۰۵ صفحات، کتابت و طباعت و کاغذ اعلیٰ،

قیمت غیر مجلد ہے، مجلد للعہ

افکار عصریہ

سائنس نے جنگ عظیم کے بعد جو ترقیاں کی ہیں، یہ کتاب ان تمام ترقیوں کا خلاصہ ہے، کتاب ۲۶ بابوں میں تمام ہوئی ہے اور ہر باب میں سائنس کے مختلف اہم مسائل کی تحقیق کی گئی ہے ضخامت ۴۰۰ صفحے قیمت عہ

"منیجر"

قصائدِ مُظہر،

(نظر مکرر)

از نواب صدر یار جنگ بہادر مولنا حبیب الرحمن خانصاحب شروانی،

مقالۂ ہذا کا اول حصہ ختم و روانہ ہونے کے بعد شوق نے کلام مظہر مکرر پڑھنے کا تقاضا کیا، اول سے آخر تک پڑھا، جو نئی باتیں ملیں حاضر ہیں:۔

مزید حالات مظہر صاحب اولاد تھا، شاہی جاگیر آخر عمر تک اس کے قبضے میں رہی، ۷۰ برس کی عمر کے بعد اس نے درخواست کی تھی کہ جاگیر اس کے بچوں کے نام کردیجائے جیسا کہ قصیدۂ نمبر ۴ سے ثابت ہوتا ہے، یہ قصیدہ سلطان ابوالفتح ناصر الدین محمد شاہ تغلق کی مدح میں ہے جو بیٹا تھا سلطان فیروز شاہ کا (جیسا کہ اورینٹل کالج میگزین کے فاضل مدیر کا بھی خیال ہے) اس بادشاہ کا پہلا جلوس سنہ ۷۸۹ ہجری میں ہوا، اور دوسرا سنہ ۷۹۱ ہجری میں، اسکی مدح میں صرف یہی ایک قصیدہ پیش نظر نسخے میں ہے، ظاہر ہے کہ درباری تعلق کے لحاظ سے تخت نشینی کے وقت قصیدہ پیش ہوا ہوگا، اسی وقت موقع تھا کہ جاگیر کی بحالی اور اولاد کے نام منتقلی کی درخواست کیجائے، چنانچہ شاعر نے موقع سے نفع اٹھایا اور درخواست کی، جب یہ قرین قیاس ہے کہ یہ قصیدہ جلوس کے وقت پیش ہوا تو مظہر کے سال پیدائش کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے جو تقریباً سنہ ۱۶ ہجری ہے، قصائد میں صرف ایک قصیدہ کا جانشینِ فیروز شاہ کی مدح میں ہونا اس خیال کو بھی قرین قیاس کردیتا ہے، کہ مظہر تخت نشینی کے بعد زیادہ زندہ نہیں رہا ورنہ آئینِ شاہی کے مطابق اس کو دوسرے مواقع پر بھی قصیدے پیش کرنے چاہئے تھے، چنانچہ اپنے دوسرے ممدوحوں کی شان میں

مختلف تقریبوں پر قصیدے لکھتا رہا ہے، معہذا درمیانی دو بادشاہ غیاث الدین تغلق ثانی اور ابوبکر شاہ کی مدح میں قصیدہ کا نہ ہونا اس پر دلالت کرتا ہے کہ ان بادشاہوں کے مختصر عہد میں شاعر زندہ نہ تھا ورنہ قصیدہ پیش کرتا، ان قرائن سے شاعر کا زمانہ تخمینی طور پر ۷۱۶ھ سے ۷۹۱ھ یا ۷۹۰ھ تک معین ہو جاتا ہے، حافظ شیرازی کی وفات ۷۹۱ھ میں ہے، ثابت ہوا کہ مظہر بلبل شیراز کا ہمسفر و ہمصفیر تھا، جس قصیدے میں مظہر نے شرشرِ لکھا ہے وہ تقریباً پچاس برس کی عمر میں لکھا ہوگا، سنہ ۱۹ جلوس فیروز شاہی میں جو اس عہد کے شباب کا وقت تھا، اس قصیدے میں ایک شعر یہ بھی ہے،

ابناء و اقرباء و تبار و تبع ہنوز

میخواہدم برنج و تعب مبتلا کند،

اس سے صاف ظاہر ہے کہ علاوہ اولاد کے مظہر کا پورا کنبہ ہندوستان میں موجود تھا، اس صورت میں یہ کہنا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے کہ مظہر ایران سے آیا تھا،

پہلے حصہ مقالہ میں ایک شعر لکھا جا چکا ہے جس میں اس نے اپنے والد کی نسبت لکھا ہے کہ وہ بھی دربار شاہی کا مداح و دعا گو تھا، ایک اور شعر لکھا جا چکا ہے جس میں اوس نے اپنے خویش واقارب اور متعلقین کا شمار ایک ہزار لکھا ہے، یہ مزید ثبوت مظہر کے ہندوستانی ہونے کا ہے،

اب قصیدے کے اشعار ملاحظہ ہوں:-

من ہم چو دیدم اینکہ چو ہفتاد و سہ گذشت
عمر و فلک بدینست کہ پشتم دوتا کند

ابناء و اقرباء و تبار و تبع ہنوز
میخواہدم برنج و تعب مبتلا کند

درخواستم ز شاہ چو دیدم کہ شہ مرا
داد این عطا بر حمت اولاد را کند

تا ہر کسے بحصۂ خود ز حصتے برد
وز وجہ این معاش خود و اقربا کند

وین خستہ با فراغ نشیند بگوشۂ
حمد خدائے گوید و شہ را دعا کند

سلطانِ شرق و غرب محمد شہ آنکہ او
جود و جہاد بر صفتِ مصطفیٰ کند

بو الفتح شاہ ناصرِ دنیا و دین کہ او
تائید ملک و ملت و دین و دنا کند

اسی قصیدے کی تشبیب میں حوائج زندگی کی تفصیل کرتا ہے جس سے آج سے سات سو برس پہلے کے تمدن پر روشنی پڑتی ہے، آخر عمر میں درویشانہ زندگی کے تین مرتبے قائم کرکے اور ادنیٰ، اعلیٰ اور اوسط مرتبوں کا ذکر کرنے کے بعد لکھتا ہے، مطلع قصیدہ ہے،

مردم چو پیر شد خرد این اقتضا کند
کار فضول ترک و رعونت رہا کند

. . . .

ادناش آں بود کہ بآئینِ صالحاں
در کنجِ عافیت بہ قناعت بقا کند

وارد بگر دِ خود دِرمے چند از حلال
تا حاجتش بقدر کفایت قضا کند

وز بہر آں کہ رنج و ریاضت ستودہ نیست
پیرِ ضعیف را کہ خلل در قوا کند

ناچار بر طریقتِ حکمت بقدرِ وسع
اصلاح حالِ خانہ لباس و غذا کند

محفوظ خانہ ایش بباید ز خشت و سنگ
کایمن ز باد و آتش و باراں و را کند

وز دزد ایمنی دہد و گربۂ و سگے
نتواند از برونش کہ قصدِ سرا کند

یک حجرۂ و صفہ و یک جار میرزش
یک مطبخے کہ منقمش چار جا کند

یک گوشہ کند و[1] یش و یکے گوشہ ہیزمش
یک گوشہ دیگدان و یکے آسیا کند

وانچ از متاعِ خانہ و اسبابِ حاجتش
خرد و لطیف و مختصر و دیرپا کند

طشتے و آفتابہ و شمعے و کرسیں
زیلوچہ[2] و خرد پلنگے بپا کند

یک صحن و یک سکورہ یکے کاسہ یک قدح
با یک طبقچۂ ز شغافِ خطا کند

[1] خم کلاں از گل کہ در آں غلہ نہند-۱۲ [2] زیلو- گلیم-۱۲

یک تابۂ و دیگِ مسینی کہ اندرو
گہ رشتہ[ط] گہ برنج و گہے شوربا کند

فرتو[ش] و تختۂ و طغارے و کفچۂ
بانگ[ش] بیز و چمچہ کز و احتسا کند

دستاکِ خرد و ہاون و سنگِ صلابۂ
خمّے و حجلۂ کہ ازو استقا کند

صندوقے از برائے کتب طبل بہر وت[ک]
وانچ اقتضا رجنس ادام و انا کند

وانگہ چو فردِ خانۂ حکمت تمام شد
بر صورتے کہ جملہ حوائج روا کند

اصلاحِ حالِ قوت و غذائے کہ درخورست
برراہ و رسمِ مطبخ دارالشفا[ش] کند

ہرچہ از غذا بہ وزن قلیل و قوی کثیر
از وے تنا و لے بگہِ اشتہا کند

در چاشتگاہ قلیہ برنجے و روغنے
با ترشے کہ معتدل آید غذا کند

در شامگاہ نانے و آشے ز آبِ گوشت
پاکیزۂ و لطیف غذا در عشا کند

تا در دل و دماغ و جگر قوتے دہد
و ندر تنش ہدایت و نشو و نما کند

وز سیخ و سنبوسۂ[ق] و سرِ بریاں کباب و کشک[ع]
با دنجن و پنیر و قدید احتما کند

در گوئی از لباس چہ حاجت بود و را
کاں زابہ عید و جمعہ و جمع اکتسا کند

یک جبہ و یکے فرجئ[ف] دیگ دو تایئے
کز صوت وارکی و زشامی عبا کند

با شملۂ حجازی و مصری عمامۂ
قرنے بس است عمرِ عزیزا رو فا کند

ممدوح حسام الملک کی جاگیر شاہی کی سالانہ آمدنی:۔

بود ش خراج سال ز دیوانِ بادشاہ
(چھ لاکھ اشرفی)
شش صد ہزار تنکۂ سرخ از زرِ عیار

ایک اور موقع سے معلوم ہوتا ہے کہ شاعر کا اصل مشغلہ علم کی خدمت تھی، درباداری و شاعری

[۱] نوٹ از علوم: [ط] زرتو [ش] نوعی از نوبال [ش] بیشہ و دارالشفا کی غذاؤں کی تفصیل خصوصاً سبق آموز ہے [ق] سنبوسہ و چرب زدہ را گویند کہ از گوشت و برنج سازند [ع] کشک قسمے از ہریسہ کہ از گندم یا جو و شیر گوسپند راست کنند [ف] فرجی نوعے از قبائے بند کشادہ پیش

ضرورۃً تھی، چنانچہ قصیدہ نمبر ۳۳ میں کہتا ہے،

عشقِ من بکنج و کتابے بد و مخدوماں را
میل بر مدح و ندیمی و ملاقاتِ حضور

گر مراعات کنم علم و عمل راست خلل
ور رعایت نکنم دیدہ و درم راست فتور

قصیدہ نمبر ۳ مولنا جلال الدین رومی کی مدح میں ہے، اس کا ایک شعر ہے،

مصابیح و مشارق را چناں مستحضر الباب است
کہ گوئی از زبانِ مصطفےٰ کردہ است اصغا را

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس عہد میں کمال حدیث مصابیح و مشارق کا استحضار تھا،

ٹھٹھ کی فتح کے سلسلے میں وہاں کے دو راجاؤں کا ذکر کرتا ہے، ایک راؤ تماجی دوسرا راؤ جام جود

ٹھٹھ کو جزیرہ کہتا ہے،

ٹھٹھ کہ آں جزیرہ بلائیست پر کہف
دریاش یک طرف و پنج آب یک طرف

تخلص

علاوہ مذکورالسابق اشعار کے مظہر کا تخلص متعدد جگہ اور ملتا ہے، ملاحظہ ہو قصیدہ نمبر ۱۱ "اے مظہر سخن دراز مکن"۔ قصیدہ نمبر ۲۴، "وز زبانِ مظہرِ مسکیں"۔

ترکیب بند نمبر ۱:۔

بندۂ کمتر مظہر را بمدح آستانت
فیض خاقانی و ذہن انوری پیوستہ باد

قصیدہ نمبر ۱۴۔ "مظہر در ثنا خوانی چو در افشانست دریایت" ان تمام اشعار میں مظہر صاف لکھا ہوا ہے،

مظہر کے ایک قصیدہ کے دو شعر ہیں:۔

بہندستاں سفر بسیار کردم ہر سوے لیکن
ہوس دارم کہ گہ چندے ببینم ملک بالا را

در آیم از حجاز اندر زمین زانجا سوے مکہ
ببینم مر صفا و مروہ و عرفات و بطحا را

ان اشعار سے اس کے ایرانی ہونے اور مشتاقِ ایران ہونے کا استدلال معلوم نہیں کس طرح ہو سکتا ہے، قصیدے میں ایران یا خراسان کا مطلق ذکر نہیں ہے جس سے طرفِ بالا کا اشارہ ہو، یہاں

بالا کا لفظ بلحاظ شرف استعمال ہونا قرین قیاس ہے، جس کی تشریح دوسرے شعر میں ہے، ایک بات یہ بھی لحاظ ہے، کیا مظہر کو معلوم نہ تھا کہ مکہ حجاز میں ہے، اگر علم تھا تو پھر حجاز سے یمن جانے اور وہاں سے مکہ جانے کی تمنا کس بنیاد پر تھی،

کلام کے مختلف اسالیب

(۱) ملاقاتِ احباب کا اشتیاق :-

بنود عجب از بہر ملاقاتِ عزیزاں گر موے شود بر تنِ مشتاق چو پرہا

موے بدن سے زبان کا تو کام لیا گیا تھا ع- "اگر ہر موے من گردد زبانے" لیکن پر کا کام غالباً مظہر ہی نے لیا ہے، اور بمقابلہ زبان کے زیادہ موزوں ہے، دیکھو پر کو بال و پر بھی کہتے ہیں،

(۲) مبالغہ-

کس قدر لطیف ہے،

قلم کہ خط غبار انجناں نبشتی راست کہ سطر در تہِ موئے ہمی نمود اخفا

چشم روشن کہ پاے مور بدیدے بشبِ تیرہ در چہے ظلمانی

ایں زماں اشترے بہ بار نہ بیند بر بلندی اگر (تو ؟) بروانی

(۳) تشبیہ دہن و زلف -

اے بر ورقِ گل ز شکر ساختہ میمے وز مشک بر آوردہ بکافور دو جیمے

(۴) تعریف اسپ،

از اسپ بیقرار قرارست ملک را بنود قرار ملک - چو گیرد قرار اسپ

شعر بالا اس عہد کی زندگی کی سچی تصویر ہے،

اول زپایگاہ ہزار اسپ بادپاے ہر یک ز تازیانِ براق اصل برق ساے

مہ روے خرد موے و سیہ چشم و تیز جہم خوش گام و خوش لگام و سبک سیر و راہواے

اسی سلسلے میں ترکستان اور ہندوستان کا فرق :-

در ترک اسپ بجید و در ہند آدمی زیں جا فرست بردہ وز آنجا بیار اسپ

طلب اسپ :-

دارم امید آنکہ رکابی خویش را بخشی ز راہِ لطف یکے راہوار اسپ

تعریف اسپ میں دوسری جگہ کہتا ہے :-

پرندہ ہمچو دخان و روندہ ہمچون سنبل جہندہ ہمچو درخش[1] و دوندہ ہمچو سحاب

سپید روے و سیہ چشم و بر افراختہ بیش بلند یار گہ و نرم پوست و سخت اعصاب

بخاکِ بادیہ پروردہ، آتش آہنگے کز آب و کاہ کفایت کند بباد و سراب

ہماں بدست کہ بر پشت او نشستم راست بجست تند چنانک از کماں نشاب

ہمی دوید بہ ہاموں ہمی گذشت بہ کوہ ہمی نوشت بیاباں ہمیں برید خصاب

گہے بگام چو شیر و گہے بپویہ چو گرگ گہے بہ تگ چو غزالے کہ بگزرد بر غاب[2]

(۵) محبتِ مطلوب،

تو مرا باش کہ تا ہر دو جہانم باشد بے تو ام گنجِ زر و تودۂ زر حاجت نیست

(۶) تشبیہ طلوعِ صبح کاذب :-

نگر کہ صبحِ نخستین نمود رایتِ خویش بسانِ نیمۂ خنجر کہ برکشی ز قراب

(۷) تعریف خنجر :-

دنگہ ہزار خنجرِ خونریزِ مشرقی ہر یک بسانِ صارم و صمصام و ذوالفقار

سوزندہ تر ز عشق و فروزندہ تر ز عقل تابندہ تر ز نور و شتابندہ تر ز نار

ہم پشت او چو ماہی و ہم روے او چو ماہ ہم گوہرش چو مورچہ ہم پیکرش چو مار

[1] بجلی
[12] برق
[2] جنگل

(۸) تشبیہ ساغر:-

برسرِ دستہا چو بازِ سپید   ساغرِ بادہ را سوار کنید

(۹) تشبیہ طلوع صبح:-

دیدم نشانِ صبح زگردونِ تیرہ رنگ   چوں برحصارِ سنگِ سیہ - برج مرمرے

یا تودۂ سپید زکافور ساختہ   بر ساختے سیاہ ز پاکیزہ عنبرے

یا بر قیاس آنکہ کشاید کسے پگاہ   سیمیں دریچۂ زسرِ تیرہ منظرے

گفتم مگر کہ بانگِ نمازِ مؤذناں   بکشاد از برائے دعا زآسماں درے

یا درمیانِ جنتِ فردوس جانفزائے   افگندہ جبرئیل شعاعے زشہپرے

ہردم میانِ صبح وشب از تیغ آفتاب   می رفتہ نیزہ جنگی و خوں ریز خنجرے

گفتی مگر کہ برسرِ صحرائے نیلگوں   زد برسپاہِ زنگ زسقلاب لشکرے

یا خود سوادِ ملکتِ ہندوستاں تمام   بگرفت از مواکبِ اسلام محشرے

(۱۰) فلسفۂ محنت:-

خاطر آسودہ کن کہ یک شادی   بے غمِ بے شمار نتواں یافت

ہیچ مُل بے خمار نتواں خورد   ہیچ گُل بے زخار نتواں یافت

بے زخوابِ دیدہ از دلِ بحر   لُولوے شاہوار نتواں یافت

روشن است ایں کہ آبِ حیواں را   بے بیابانِ تار نتواں یافت

تا نہ بینی بلائے بے آبی   لذّت از جوئبار نتواں یافت

تا نسوزی وجود از محنت   بوئے مشکِ تتار نتواں یافت

ان اشعار میں "بے زخار" اور "بے زخواب" کی ترکیب قابل لحاظ ہے،

(۱۱) مقصود کی بلندی:-

مرا با مال حرصے نیست من اعمال میخواہم   مرا با خلد کارے نیست من دیدار میخواہم

(۱۲) فلسفۂ آسایش:-

اے کہ آسایشے ہمی طلبی   زحمتے اختیار باید کرد

گنج خواہی زرنج ناچاریست   صید خواہی شکار باید کرد

عافیت درجہاں اگر جوئی   ترکِ حرص ونقار باید کرد

ہرچہ یابی زاندک وبسیار   ہم بداں اختصار باید کرد

ہیچ ازیں گفت وگوے نکشاید   اصل کارست کار باید کرد

رومال:- مصرع

کہ شد رومالِ میخواراں مصلائے کہ من دارم

مشکل طرحین:-

مظہر نے اکثر طرحیں شگفتہ اور صاف انتخاب کی ہیں، لیکن اسی کے ساتھ ایک سے زیادہ قصیدوں میں مشکل طرحوں کو بھی لیا ہے، وہاں بھی بیان کی روانی وشگفتگی قائم ہے، ایک قصیدے کی ردیف ہے "اسپ" قافیہ ہے "قرار" - "رہوار" ملاحظہ ہو،

تا آفرید بہرِ غزا کردگار اسپ   شد بر جمیع جانوراں شہریار اسپ

سوگند خورد حق بسُمِ اسپِ غازیاں   بنگر - کہ درچہ پایہ رسانید کار اسپ

. . . .

مردانہ راست یار دوم در نبرد رخش   فرزانہ راست پائے سیُم در قرار اسپ

مرکب عزیز دار کہ دارد عزیز تر   از جانِ خویش - مردمِ خنجر گذار اسپ

تیسرا

تصرف :-

بعض جگہ جوشِ بیان میں تصرف کر جاتا ہے، ایک شعر ہے،

زمدح و ذم بگر این دکاتبیں مانیم   کہ نیک و بد ہمہ در طیّ نامہ بنگاریم

کراماً کی جمع کر این خاصا تصرف ہے،

مرثیے :-

مظہر نے مرثیے بھی لکھے ہیں، دو مرثیے اس مجموعہ میں ہیں، ایک قصیدہ نمبر ۴۶ - کس کا مرثیہ ہے؛

اس کا پتہ نہیں چلتا، مطلع ہے :-

ز دورِ محنت این نہ سپہرِ زنگاری   کدام دل کہ نہ خوں گشت از جگر خواری

حسن مطلع :-

کجا بجام طرب مجلسے بنا کردند   کہ از سپہر نبارید سنگِ قہاری

یہ وہی مرثیہ ہے جس کو حضرت شیخ دہلوئیؒ نے حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوئیؒ کا مرثیہ لکھا ہے،

شیخ نے جو اشعار نقل کئے ہیں، ان میں یہ شعر بھی ہے،

جہاں بماتم خواجہ نصیر دیں محمود   ہزار گونہ فغاں کرد و نوحہ و زاری

یہ شعر اس مجموعہ کے قصیدے میں نہیں ہے، ممکن ہے کچھ اشعار کاتب کے قلم سے ساقط ہو گئے ہوں، مگر ایک مشکل ہے، قصیدے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دو صاحبوں کا مرثیہ ہے، تمہیدی چار شعروں کے بعد یہ شعر آتا ہے

بقیۂ سلفِ سادہ یادگارِ کرام   کہ کرد ختم خلافت بسلکِ دینداری

(قرین قیاس ہے کہ بیچ میں کچھ اشعار چھوٹے ہیں جنہیں مرثیے کے ہیرو کا نام آیا ہوگا) اسی طرح چار شعروں میں صفتِ مرحوم بیان کر کے کہتا ہے،

دو بودہ اند یکے آفتاب و دیگر ماہ   کہ فیض رحمتِ شاں بود روز و شب جاری

چہ اوفتادند انم کنوں چہ روز آمد   کہ شد ز روشنی ہر دو - روز و شب تاری

اسی طرح آخر تک دونوں مرحوموں کے واسطے ماتم کرتا گیا ہے، دعا میں کہتا ہے،

برحمتِ تو کہ عام ست در جہانبانی   بعزتِ تو کہ خاص است در جہانداری

کہ روحِ اعظمِ آں ہر دو پیشوائے کرام   کہ مقتدائے جہاں بودہ اند ز اخیاری

اشکال یہ پیش آتا ہے کہ اگر حضرت شیخ چراغ دہلی مظہر کے پیر تھے تو موصوف کا مرثیہ دوسرے بزرگ کے ساتھ ملا کر لکھنا اور دعا وغیرہ میں دونوں کو مساوی رکھنا آدابِ مریدی کے کہاں تک موافق ہوگا ظاہر ہے کہ خلاف ہوگا،

دوسرا مرثیہ قصیدۂ نمبر ۔ ہے، یہ مولانا شمس الدین کے ماتم میں ہے، ملاحظہ ہو :-

ایں چرخ تیرہ رنگ کہ بحریست پر حباب   ہر دم کند بسیلِ اجل خانہ خراب

ہر لحظہ باد ساحل او زیں شگفتہ باغ   سروے برد ز بیخ و چراغے برد ز تاب

ماند بہ آسیائے و ما درمیانِ او   چوں دانہا کہ سودہ شود زیر آسیاب

. . . .

آفت بہ دہر چیست کہ شد دہر بس حزیں   غوغا بہ شہر چیست کہ شد شہر بس مصاب

دلہا چرا شدہ است ہمہ چاک بے سلاح   سرہا چرا شدہ است ہمہ پُر ز خاک بے خراب

گریاں چرا است اہلِ زمیں ہر کہ خاص و عام   نالاں چرا است خلق ہمہ ہر کہ شیخ و شاب

گوئی مگر کہ قبلۂ آفاق شد نہاں   دانم مگر کہ کعبۂ حاجات شد خراب

یعنی نماند خدمتِ شمسِ دُنا و دیں   صدر الشیوخ خواجگی آں خواجہ مستطاب

آں ملجاءِ ممالک و آں منجارِ ملوک   آں عمدۂ خلافت و آں زبدۂ مناب

آں خاصۂ خدائے کہ روئے مبارکش   بودے دلیل رحمت و آثارِ فتح باب

گریز کی ندرت:-

مطلع ہے،

ساقی بیار جام مے سرخ زان سبو ‏ ‏ مشکیں چو تاب صبح و مصفا چو آب جوے

آگے اشعار میں شراب کی تعریف کرتے کرتے کہتا ہے،

تیز ست و تلخ و مرد شکار و گہر نما ‏ ‏ مانند خنجر ملک الشرق نامجوے

تغزل:-

اس مجموعہ میں مظہر کی کوئی غزل نہیں ہے، مگر بہت سے اشعار ایسے ہیں جو عمدہ غزل کے شعر ہو سکتے ہیں، مثلاً ترکیب بند نمبر ۸ کا بند چہارم فارسی نادر غزل کے ہم پہلو رکھا جا سکتا ہے، ملاحظہ ہو،

کارم از دست رفت سامان چیست ‏ ‏ دردم از حد گزشت درماں چیست

طشت بد نامیم ز بام افتاد ‏ ‏ راز در دل ہنوز پنہاں ! چیست؟

محتمم کشت و کس نمی پرسد ‏ ‏ کہ بگو - جرم ایں مسلماں چیست

از من آں شوخ را بگو اے دوست ‏ ‏ کیں ہمہ کینہ با محباں چیست

گر تو یوسف شدی بزیبائی ‏ ‏ دلِ من در چہِ زنخداں چیست

در تو عیدی رخت مبارک باد ‏ ‏ بے زری در غم تو قرباں چیست

در نشینی بر آں کہ خوں ریزی ‏ ‏ اینک استادہ ایم فرماں چیست

گہ زنی نیش و گہ دہی نوشم ‏ ‏ اگر ایں لطف می کنی آں چیست

وز تو چوں شمع جمع روشن شد ‏ ‏ با من ایں گفتنِ پریشاں چیست

من دعا گوے خسرو م آرے ‏ ‏ کارِ من جز دعاے سلطاں چیست

شعر نمبر ۲ سے امیر خسرو اور سعدی شیرازی کا رنگ صاف جھلکتا ہے،

سحرِ حلال:-

اکنوں کہ ہوا معتدل و آب مصفاست ‏ ‏ وز سبزہ ہمہ روے زمیں سبز چو دیباست

در دامن آفاق نہ گرد و نہ غبار ست ‏ ‏ در خلقت ایام نہ گرما و نہ سرماست

ہر سو کہ کنی رخ چمن و آب رواں ست ‏ ‏ ہر جا کہ نہی پاے گل و سبزہ و صحراست

در دستِ ہوا حقۂ کافور و عبیر ست ‏ ‏ در جیبِ صبا کلخلۂ عنبرِ سار است

حاصل شدہ از روے زمیں ہر چہ مراد ست ‏ ‏ واصل شدہ از دورِ زماں ہر چہ تمناست

ہنگام مے و مجلس و معشوق و مغنی است ‏ ‏ وایام نشاط و طرب و عیش و تماشاست

تاخیر مکن ہیچ در آرایشِ مجلس ‏ ‏ کاصحاب طرب حاضر و اسباب مہیاست

اینک دہل و دف و نے چنگ و چغانہ ‏ ‏ واینک غزل و نقل و گل و ساغرِ صہباست

خوباں ہمہ مہ روے حریفاں ہمہ خوشخوے ‏ ‏ ساقی و مغنی طرب انگیز و دل آراست

بر سبزۂ سیراب فلک لعل بساطے ‏ ‏ وز دیدۂ وز ریغت بہ یاقوت محشاست

برخیز بہ شادی کہ گہ نوش و نشاط ست ‏ ‏ بنشیں بہ تنعم کہ گہ نزہت و یغماست

وآہنگ بہ مے کن کہ مہِ روشنِ جامش ‏ ‏ تابندہ تر از چشمۂ خورشید بجوزاست

وز دستِ بتِ شنگ کہ از شکل و شمائل ‏ ‏ دلبند و دلآویز و دل آرام و دل افزاست

آں ماہ پریروے کہ قریش و شمائل ‏ ‏ بر دوش و بنا گوش چو جوزا و ثریاست

شمشاد گیسو و سمن در بر و بازوست ‏ ‏ گلنار برخسار و سہی سرو بالاست

ہر سو کہ رود آفتِ آفاق وراں سوست ‏ ‏ ہر جا کہ بود فتنۂ عشاق در انجاست

نقل از لب شیریں نیش و شراب از لب ساغر ‏ ‏ میخواہ کہ ہمشیرۂ مے شیرۂ خرماست

ایں حاصلِ ایام حیاتست کہ گفتم ‏ ‏ در اعظم لذات کہ در عمرِ مو فاست

دیگر غم اندوہ جہانست فراواں خوشوقت کسے، کز غم و اندوہ مبرّاست

فارغ بہ قرینے شدہ خرسندہ بہ قوتے نے در غم امروز نہ اندیشۂ فرداست

فارغ دل و فرخندہ جہانست کہ گوئی منجملۂ اصحاب یل و صفدر و لالاست

والا ملک الشرق حسام دول و دیں کاراستہ بفر ملک العرش تعالاست

(۲)

روز شادی و خوشی وقت سماع و طرب است نوبت نوش و نشاط است دگر نشو و نماست

گر کسے راسخن درمے و مطرب باشد بارے امروز دریں حال کہ مائیم رواست

مطربا نغمہ برآور کہ آوانِ طرباست ساقیا بادہ بیاور کہ زمانِ صہباست

بادہ بر یاد ملک دہ کہ باقبال ملک بزم فردوس۔ و قدح کوثر و ساقی حوراست

ملک الشرق فلک قدر ملک عین الملک کافتابِ کرم و سایۂ الطاف خداست

(۳)

ہر کرا شمع توئی نور قمر حاجت نیست زلفِ مشکین ترا عنبر تر حاجت نیست

خستہ کز لبِ شیرین تو یابد رشحے شربتے دیگرش از قند و شکر حاجت نیست

عید نوروز جہاں طلعتِ زیبات خوش است زینتِ صبحدم و منت خور حاجت نیست

باسرخ و زلف و بناگوش و قدت مردم را باغ و بستان و ریاحین و شجر حاجت نیست

چشم خونریز ترا غمزہ بسندست سلاح تیغ در مے دگر و تیر و تبر حاجت نیست

درج دندانِ تو در درج عقیقین دہانت بس بود زینتِ تو لعل و گہر حاجت نیست

خواجہ را نیز پئے ضبط جہاں رائے منیر کافی آمد۔ مدد جیش و حشر حاجت نیست

صدر آفاق و زماں قطب جہاں زین الدین کہ معالیش پدیدست خبر حاجت نیست

ترکیب بند روانی و شگفتگی میں ترکیب بند قصائد سے بڑھے ہوئے ہیں،

زمستانست و بادِ سرد از کہسار می آید بگرداں آتشیں جامے کہ آتش کار می آید

فروکن پردۂ خرگاہ و چنگ آہستہ تر می زن کہ ہر چہ آہستہ میگیری نوا ہموار می آید

بدہ در جام کافوری شرابے زعفراں گونہ کہ از بویش نسیم نافۂ تاتار می آید

غلام آں مئی لعلم کہ چوں بر دست میگیرم ہوائے او سرودم از در و دیوار می آید

مریزاں جرعۂ می بر گل کہ چوں در خاکش افگندن توار آساں ہمی دانی مرا دشوار می آید

سبو بر سر گرفتن کار رندانست و قلاشاں مرا فرمائے ایں خدمت ترا گر عار می آید

نشاطہائے غنیمت داں کہ جمع شادمانیہا اگرچہ اندک بود بعد از غم بسیار می آید

ندانم محتسب از من چہ میخواہد کہ ہر بارے بقصدِ من دواں تا خانۂ خمار می آید

ہمی خواہم کہ یک روزے کنم وحشت و شرمم ازاں ریش سپید و گوشۂ دستار می آید

ملک را قصہ خواہم داد روزے از جفائے او کہ شورے می فتد آں دم کہ در بازار می آید

جہانِ جود عین الملک و الا رستمِ ثانی

کہ رشکِ حاتم طائی است و رغم معن شیبانی

ترکیب بند ۷۔

روز شد پردہ ز خرگاہ شبا بردارید بادہ در ساغر ریزید و نوا بردارید

تازہ حسنی ز جہاں تا بجہاں راست کنید بس سماعی ز زمیں تا بسما بردارید

بہ نئی و بربط و طنبور نوا بردارید و ز دف و نائی و دہل صور[عہ] صدا بردارید

ہم بیک زلزلہ و زمزمہ چوں نفخۂ صور کوہ اندوہ و غم از سینۂ ما بردارید

. . . .

کشیدن

عہ کو نشر کے زلزلہ کا تصور کرو،

ہر کو دارد سرِ اندوہ ازیں مجلس سور | دست گیرید و راہبر خدا بردارید
جامی از صدق و صفا بر کفِ اصحاب نہید | دز دلِ شاں ہمہ تزویر و ریا بردارید

. . . .

قصیدہ نمبر ۵ کی تشبیب، دیکھو قاآنی کا رنگ صاف جھلک رہا ہے،

اہلا و نعم عینی اے یادِ تو بہاری | کز دم عبیر بیزی و ز بوے مشکباری
گل دستۂ ختائی یا شاخِ ارغوانی | با غالیۂ یمانی با نافۂ تتاری
عیسی نۂ و در دل صد جاں ز تست حاصل | مانی نۂ و بر گل صد نقش می نگاری
چوں جنیاں نہ پیدا پنہاں رخی و پیدا | چوں عاشقانِ شیدا مدہوش و بیقراری
نقاشِ سطحِ آبی فراش پر خیالی | لشکر کشِ سحابی فرماندہِ بخاری
حور و پری سرشتی رضوان باغ و کشتی | دلجوی چوں بہشتی خوشبوے چوں بہاری
ادریس ہمہ مانی قسیس راہبانی | برجیس بوستانی بلقیس لالہ زاری
ہر صبح چوں طبیباں آئی بر جبیاں | وز مسکنِ غریباں شبہا خبر تو داری
پیکِ جہاں نوردی سیاحِ بادہ گردی | ہر جا کہ عزم کردی گوئی درانِ دیاری
امروز بامداداں مست آمدی و شاداں | خرم چو طبع راداں خوش چوں دلِ جواری
مشک و عبیر بیزاں گلبرگ و لالہ ریزاں | افتاں ز شوق و خیزاں چوں مردمِ خماری

کلام پر رائے | مظہر کا کلام متانت و بلندی میں معاصرین کے برابر ہے، قوتِ مشاہدہ اور قدرتِ بیان، شگفتگی و روانی میں اُن سے بہت بڑھا ہوا ہے، میرا خیال ہے کہ اگر مظہر کا کلام رائج و مقبول ہو گیا ہوتا، تو ایک سے زیادہ اس کے معاصرین بزمِ سخن میں وہ مرتبۂ بلند نہ پا سکتے، جو آج اُن کو حاصل ہے،

تلخیص و تبصرہ

نہایۃ الارب

نویری کی مشہور کتاب نہایۃ الارب فی فنون الادب پر ایک مصری اہلِ قلم کا مضمون چھپا ہے جس میں اختصار و جامعیت سے اس کتاب کا تعارف کرایا گیا ہے، اسکی تلخیص درج ذیل ہے،

نویری پہلا شخص ہے، جس نے مختلف علوم و فنون کو ایک کتاب میں جگہ دیا، اس طرزِ خاص کی کوئی مثال اس سے پہلے نہیں ملتی،

اس کا پورا نام شہاب الدین احمد بن عبد الوہاب بن محمد المعروف بالنویری ہے، تقریباً ۶۷۷ھ میں پیدا ہوا، اور باختلافِ روایت ۷۳۲ھ یا ۷۳۳ھ مطابق ۱۳۳۳ء میں وفات پائی، قاہرہ اور جامع ازہر میں تعلیم حاصل کی تھی، اسکو زیادہ تر حدیث، تاریخ اور ادب سے دلچسپی تھی، اور خاص طور پر ادب میں کمال حاصل کیا، اور وہ بہترین کاتب اور خوشنویس بھی تھا، عمدہ اور بہترین کتابوں کو اپنے ہاتھ سے لکھ کر فروخت کرتا تھا، وہ اتنا خوشخط تھا کہ اوس کے ہاتھ کا لکھا ہوا صحیح بخاری کا ایک ایک نسخہ ہزار ہزار دینار پر فروخت ہوتا تھا، تعلیم سے فارغ ہوتے ہی ملک ناصر بن قلادون کا ندیم مقرر ہوا اور سلطان کی نظرِ عاطفت اور اپنی قابلیت و لیاقت سے جلیل القدر مناصب پر فائز ہوا، اور ہر ایک کام نہایت خوبی کیساتھ انجام دیا چنانچہ کوتوال محصل اور ناظر کے عہدوں سے ترقی کر کے طرابلس الغرب کے لشکر کا سپہ سالار مقرر ہوا اور سلطان کے بعض مخصوص امور میں اس کا نائب بھی بنا،

مختلف علمی، مالی، اور سیاسی اداروں میں کام کرنے کی وجہ سے اسکی نظر بہت وسیع ہو گئی تھی، چنانچہ

اسکی کتاب اس پر شاہد ہے، لیکن یہ خشک زندگی اُسے پسند نہ آئی، اس لئے وہ اوس کو چھوڑ چھاڑ کر درس و تدریس اور علوم و فنون کا مطالعہ کرنے میں مشغول ہوگیا، اور جب ہر علم میں اوسکو مہارت حاصل ہوگئی، تو ایک ضخیم کتاب کے لکھنے کا خیال پیدا ہوا، چنانچہ مقدمہ میں کہتا ہے کہ میں نے مطالعہ اور مراجعہ کے میدان میں اچھی طرح سے گھوڑ دوڑ کی، اور جب میرے لئے اسکی سواری آسان اور اوس کا پانی صاف ہوگیا، تو ایک ایسی کتاب کے طیار کرنے کا ارادہ کیا جس سے اپنا دل بہلاؤں، اور مشکل امر کے واقع ہونے کے وقت اوس کی طرف رجوع کر سکوں، میں نے خدا سے استخارہ کیا، اور حسنِ ترتیب کے ساتھ پانچ فنون کو اقسام و ابواب پر تقسیم کرکے یہ کتاب لکھی؛

نویری نے اسکی پہلی جلد ذوالقعدہ سنہ ۷۱۲ھ میں ختم کی، جیسا کہ پہلی جلد کے خاتمہ سے ظاہر ہوتا ہے اسکی اس ضخیم تالیف کو غور کیساتھ مطالعہ کرنے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے، کہ اوس نے کتاب کو شروع کرنے سے پہلے پوری کتاب کا خاکہ ذہن نشین اور ہر قسم کے مواد کو فراہم کر لیا تھا، یہ بات بھی پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ ماخذ اور مرجع کیلئے اپنے حافظہ پر اعتماد کرتا تھا، چنانچہ اوس کا یہ جملہ کہ "یہ ایسی کتاب ہے جس سے دل بہلے اور جس کی طرف رجوع کیا جا سکے" اس پر دلالت کرتا ہے،

اسکی یہ ضخیم تالیف ہر قسم کے ادبی اور تاریخی معلومات پر مشتمل ہے اُس نے ادب کے وسیع معنی لئے ہیں اسکے نزدیک ادب میں ادب و انشا، تاریخ، جغرافیہ، ملکی سیاست، بیان، بدیع وغیرہ سب کچھ داخل ہیں،

وہ خشک اور خالص علمی مضامین مثلاً طب، ریاضی، کیمیا وغیرہ پر کبھی قلم نہیں اٹھاتا، اور اگر کبھی کچھ لکھتا ہے، تو صرف اون علوم کی اجمالی تعریفات و اوصاف کو ادب کی چاشنی دیکر بیان کر دیتا ہے،

اوس نے یہ کتاب ۳۱ جلدوں میں لکھی تھی، جن کو پانچ فنون پر تقسیم کیا تھا، اور ہر فن کی کئی قسمیں کی ہیں، اور ہر قسم کے تحت میں کئی باب باندھے ہیں، دار الکتب المصریہ مستحقِ ستائش ہے، کہ اوس نے اس نفیس اور ضخیم تالیف کی اشاعت کا ذمہ لیا، اب تک اس نے اس کی دس جلدیں گی،

مجلدوں میں شائع کی ہیں، جو حسب ذیل چار فنوں پر مشتمل ہیں،

۱- پہلا فن زیادہ تر جغرافی مضامین پر مشتمل ہے، اس میں عوالم علوی و سفلی، اور آسمان و زمین ملائکہ اور کواکب کی پیدائش، ظواہر طبیعیہ مثلاً، ابر، بارش، رعد، برق وغیرہ، رات دن، مہینے، عیدین، جشن کے ایام وغیرہ، پھر زمین پہاڑ، سمندر، دریا، شہروں اور ان میں سکونت کرنے والوں کی خصوصیات وغیرہ پر بحث کی ہے،

۲- دوسرے فن کا موضوع "انسان اور اس کے متعلقات" ہے، اس میں انسان کی خلقت اور اس کے اعضاء و جوارح کے اوصاف عورتوں کی پیدائش اور ان کے اوصاف اور اُن کے متعلق شعراء نے جو مدح یا غزل لکھی ہے، اوسکو بیان کیا ہے، پھر مدح، ہجو وغیرہ کی تعریفیں کی ہیں، اور عجیب و غریب چٹکلے بیان کئے ہیں، پھر کنیز، ندیم، ساقی وغیرہ پر لکھا ہے، پھر غنا، کی تعریف کی ہے، اور مغنیوں کے کچھ حالات بیان کئے ہیں، آخر میں سیاستہ ملکیہ پر بحث کی ہے، اور دکھایا ہے، کہ امامت کے کیا شرائط ہیں، بادشاہ، وزراء، سردار، قاضی، اور کوتوال وغیرہ کو کن اوصاف سے متصف ہونا چاہئے، اور یہ بھی بیان کیا ہے، کہ کتابت کی کیا شرطیں ہیں، اور اوسکے ساتھ ہی علم معانی بیان، اور بدیع کے مسائل کا ذکر ہے،

۳- تیسرا موضوع حیوانات ہے، اسمیں وحشی وغیر وحشی جانوروں کے اوصاف و عادات کا ذکر ہے پھر بری و بحری پرندوں کے اوصاف و عادات اور آخر میں مچھلیوں اور حشرات الارض کے انواع و اقسام اور اوصاف و عادات پر بحث کی ہے،

۴- چوتھا فن نباتات ہے، اس میں انواع و اقسام کے درخت، پھل، پھول، میوے، عطر، اور خوشبو پر بحث کی ہے،

۵ پانچواں فن تاریخ ہے، یہاں پہنچکر نویری ایک بہت بڑا مورخ نظر آتا ہے، حقیقت یہ ہے کہ یہ حصہ جو اکتیس جلدوں میں پھیلا ہوا ہے، اس ضخیم تالیف کا نچوڑ ہے، اس لئے بعض معاصرین نے نہایۃ الارب کو فن

تاریخ میں شمار کیا ہے، فن تاریخ میں اتنی ضخیم کتاب صرف چند کے سوا مثلاً ابن عساکر، ذہبی وغیرہ اور کسی نے نہیں لکھی، اس میں کائناتِ عالم کی پیدائش سے لیکر ۷۳۱ھ تک کے حالات جمع کئے ہیں، ان اکیتس جلدون کے موضوع اور مباحث درج ذیل ہیں،

۱ و ۲- ان دو ضخیم جلدوں میں آدمؑ کی پیدائش سے لیکر حضرت موسیٰؑ تک کے انبیاءؑ کے حالات و حوادث بیان کئے ہیں،

۳- یہ حصہ یہودیوں کی تاریخ سے شروع ہوتا ہے، اور ان کے نبیوں کے حالات خاص کر حضرت سلیمان علیہ السلام کے حالات نہایت تفصیل سے لکھے ہیں، پھر حضرت مسیحؑ کے حالات اور مذہب عیسوی کی اشاعت اور اوسکی نشو و نما کا ذکر کیا ہے، آخر میں اسکندر مقدونی، قدیم مصر، اور قدیم ایران کی تاریخ ہے،

پھر قبل اسلام کی تاریخ عرب کا بیان ہے، اس میں زیادہ تر وہ روایات و قصص ہیں، جو اس زمانہ میں لوگون میں پھیلے ہوئے تھے چنانچہ

۴ و ۵ و ۶- ان تین جلدون میں عرب کی قدیم تاریخ سے لیکر آنحضرت صلعم کی وفات تک کے حالات بیان کئے ہیں،

۷- یہ جلد خلفائے راشدین کی تاریخ پر مشتمل ہے، اس میں خاص طور پر حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ کی لڑائیون کو تفصیل سے بیان کیا ہے،

۸ و ۹- دولتِ امویہ،

۱۰ و ۱۱- خلافتِ عباسیہ کے قیام سے لیکر خلیفہ مستظہر باللہ کی وفات تک کی تاریخ،

۱۲- تاریخ اندلس، یہ حصہ گیارہویں جلد کے نصف آخر سے شروع ہو کر بارہویں جلد پر ختم ہوجاتا ہے،

۱۳- یہ جلد فتح افریقہ سے شروع ہوتی ہے، اور دولتِ اغالبہ، بربریہ، مرابطین اور موحدین تک کی تاریخ پر مشتمل ہے، اس میں دعوتِ شیعی کا تفصیلی ذکر بھی ہے،

۱۴ و ۱۵- یہ دونون ضخیم جلدین، ماوراء النہرین، اور دولت سلجوقیہ کی تاریخ پر مشتمل ہیں، نیز ان سلجوقیون کی چھوٹی چھوٹی حکومتوں کا بھی ذکر ہے، جو وقتاً فوقتاً ایشیائے کوچک اور شام کے حصوں میں قائم ہوئی تھین،

۱۶- دولتِ فاطمیہ،

۱۷- دولتِ ایوبیہ،

۱۸ و ۱۹- شام اور صلیبی لڑائیوں کی تاریخ،

۲۰، ۲۱- تاریخ مصر، ان دو جلدون میں غلامون کی سلطنت سے لیکر ۷۳۱ھ تک کے حوادث و واقعات کی تاریخ بیان کی ہے، اور ان کو سنین پر مرتب کیا ہے،

آخر حصہ کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے، کہ نویری سال بسال تاریخ کو مرتب کرتا جاتا تھا، چونکہ ۷۳۲ھ یا ۷۳۳ھ کے رمضان مین اس کا انتقال ہوگیا، اس لئے ۷۳۱ھ تک کی تاریخ لکھی، اگر اسکی عمر وفا کرتی، تو اور بھی لکھتا جاتا، چنانچہ اکتیسویں جلد کے خاتمہ میں بتیسویں جلد کی طرف اشارہ بھی ہے، لیکن موت نے اوس کو اس کے مرتب کرنے کی مہلت نہ دی،

"س"

(الہلال مصر)

مسیحی تبلیغ کا ایک غیر مشہور طریقہ

عیسائیوں نے اپنے مذہب کی تبلیغ کے جو مختلف طریقے جاری کر رکھے ہیں، انہیں سے اکثر معلوم اور مشہور ہین، مثلاً تبلیغی انجمنیں ہیں، افراد و اشخاص ہیں جو انفرادی طور پر تبلیغ میں مصروف ہیں، نشر و اشاعت کے وسیع ادارے ہیں جو دنیا کی ہر زبان میں انجیل کے ترجمے شائع کرتے رہتے ہیں، مدرسے اور ہسپتال ہیں جہاں دنیوی تعلیم کیساتھ دین کی چاشنی اور تلخ دواؤں کے ساتھ مسیحیت کی شیرینی کا بھی اہتمام رہتا ہے، لیکن ان کے علاوہ ایک غیر مشہور طریقہ بھی ہے جو اپنی نوعیت اور اثر کے لحاظ سے سب سے زیادہ اہم ہے، چنانچہ رسالہ مسلم ورلڈ (جولائی ۱۹۳۵ء) کے ایک مقالہ نگار الرڈگلس (ELMERDOUGLAS) نے جسکی جماعت ۲۵ سال سے اسی طریقہ پر الجزائر میں تبلیغ کا کام کر رہی ہے، اپنی کارگذاریاں شائع بھی کردی ہیں، الجزائر اب فرانس کے زیر حکومت ہے، وہاں مسلمانوں کی تعداد تقریباً

بچاس لاکھ ہے، یہ مبلغ لکھتا ہے:-

"جن لوگوں نے تبلیغی کاموں کی تنظیم کی تھی انھیں اس امر میں مطلق شک نہ تھا کہ تبلیغ کا کام بچوں میں شروع کرنا چاہئے، مذہبی مدرسے قائم کرنا، جیسا کہ دوسرے اسلامی ملکوں میں ہوا تھا، عملاً ناممکن تھا، علاوہ بریں سرکاری مدرسے کم از کم مسلمان لڑکوں کے لئے پہلے ہی سے موجود تھے، لہذا اس کے بعد جو طریقہ سب سے بہتر تھا وہ اختیار کیا گیا، یعنی مسلمان لڑکوں اور لڑکیوں کیلئے تربیت گاہوں کا قیام جہاں روز مرہ چلنے سے مسیحیت کا اثر لابدی طور پر پڑتا رہے:...... نتیجہ توقع سے زیادہ نکلا، سنہ ۱۹۱۰ء سے سنہ ۱۹۱۲ء تک چھ تربیت گاہیں کھل گئیں...... سنہ ۱۹۱۲ء میں ان تربیت گاہوں میں بچوں کی مجموعی تعداد پچاس تھی جو ایک نمایاں کامیابی تھی،...... لڑکے اور لڑکیاں برابر فارغ ہو ہو کر نکلتی رہتی ہیں، انکی غذا، کپڑا، اور دن رات کی دیکھ بھال تقریباً تمام تر مشن ہی کے ذمہ رہتی ہے، بہت کم بچوں کے والدین اس قابل ہیں کہ خود بھی کچھ ادا کر سکیں...... یہ بات قابل لحاظ ہے کہ ان بچوں کو خود انکے والدین یا اعزہ پہنچا جاتے ہیں، حالانکہ انھیں پوری طرح معلوم ہے کہ ہمارے ادارے مسیحی ہیں،...... ہمارا مقصد عیسائی مرد اور عیسائی عورتیں پیدا کرنا ہے، اس طریقہ پر عمل کرنے سے ہمیں علانیہ اسلام سے مقابلہ کرنا نہیں پڑتا جیسا کہ عموماً تبلیغی کاموں میں ہوتا ہے، بہت چھوٹے بچوں میں کام شروع کر دینے سے ہمیں موقع ہے کہ قبل اسکے کہ اسلامی معتقدات کے باعث انھیں کوئی رکاوٹ پیش آئے بچپن ہی میں انکے اندر عیسائی خیالات سرایت کر دیں، اصولاً ہر بچہ کو اختیار حاصل ہوتا ہے کہ سن شعور کو پہنچنے کے بعد وہ خود اس بات کا فیصلہ کرے کہ دین مسیحی کا پیرو ہوگا یا اسلام کا، لیکن جہانتک میں دیکھ سکا ہوں عملاً ہوتا یہ ہے کہ اسلام اختیار کرنے پر غور بھی نہیں کیا جاتا......"

مندرجہ بالا بیان میں اگر مبالغہ کا وجود تسلیم بھی کر لیا جائے جو عیسائیوں کے تبلیغی پروپگنڈا کا ایک نمایاں عنصر ہے تو بھی اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ تبلیغ کا جو طریقہ انھوں نے الجزائر میں جاری کر رکھا ہے وہ ایک نہایت موثر اور کامیاب طریقہ ہے، اس بیان میں ایک بات خاص طور پر قابل توجہ یہ ہے کہ ان تربیت گاہوں میں جو بچے داخل ہوتے ہیں انھیں سے اکثر اتنے غریب اور نادار گھروں کے ہوتے ہیں کہ انکے والدین انکے طعام و لباس کے اخراجات بھی نہیں ادا کر سکتے، مسلمانوں کے افلاس کا رونا ایک مدت سے رویا جا رہا ہے لیکن اسکا سب سے زیادہ دردناک اور شرمناک پہلو یہی ہے جو مسیحی تبلیغ کی کامیابی ہر طرف ہمارے سامنے پیش کر رہی ہے،

"ع ز"

اخبار علمیہ

نجف اور کربلا کی زیارتگاہوں میں قدیم آرٹ کے نمونے

حکومت عراق نے میچیگن یونیورسٹی (امریکہ) کے اسلامی آرٹ کے تحقیقی ادارہ کو نجف اشرف اور کربلائے معلی کی زیارتگاہوں کا تحقیقی معائنہ کرنے کی اجازت گذشتہ نومبر سنہ ۱۹۳۴ء میں دی تھی، اس وقت تک ان زیارتگاہوں میں غیر مسلم داخل نہیں ہوئے ہیں، اس لئے یہاں کے نوادر سے اہل یورپ بالکل ناآشنا ہیں، گذشتہ نومبر میں رسالہ آرس اسلامیکا کے مدیر محمد آغا اوغلو ان دونوں زیارتگاہوں میں ایک فوٹو گرافر کے ساتھ گئے، حضرت امام حسینؑ کے روضہ میں سوائے دو کلام پاک کے جو خط کوفی میں لکھے تھے اور کوئی چیز قابل ذکر نہ مل سکی، اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اپریل سنہ ۱۸۰۱ء میں جب نجدیوں نے شہر پر حملہ کیا تو اس مقبرہ کے تمام نوادر بھی اٹھا لے گئے تھے، البتہ نجف اشرف میں مدیر موصوف کی مایوسیاں دور ہو گئیں، یہاں انھوں نے سولھویں اور سترہویں صدی کے ایرانی کپڑے اور قالین دو کمروں میں بھرے دیکھے، کپڑوں میں زیادہ تر دروازوں کے پردے، مقبرہ کے لئے چادریں اور بعض دوسرے مصرف کی چادریں اور ٹکڑے تھے، یہ کپڑے زیادہ تر اعلیٰ قسم کی ریشمی، نقرئی اور طلائی زردوزی، اور مخمل کے ہیں، ان میں ایک غیر معمولی چیز یہ نظر آئی کہ ان پر چاندی اور سونے کے تاروں سے مختلف شکلیں بنائی گئی تھیں جن پر صناع کے نام بھی کندہ تھے، تاریخی حیثیت سے دو چیزیں نہایت اہم تھیں، ایک تو نقرئی زری کا ایک کپڑا ہے جس پر سیفی عباسی کے اور دوسری طلائی زردوزی کا ایک پرشکوہ پردہ جس پر قطب الدین ایلیس کے دستخط

دونوں پر ۱۰۳۵ھ (۱۶۲۵ء) منقوش تھا، ان پر صناع کے نام منقوش نہ تھے، اسی طرح ان نوادر میں صفوی عہد کے چند اعلیٰ صنعت کے قالین بھی رکھے ہیں،

پرندوں کے نغموں کا فلم

کورنل یونیورسٹی (امریکہ) کی طرف سے سائنسدانوں کی ایک جماعت ایک عجیب و غریب مہم میں مشغول ہے، یہ جماعت عام اور کمیاب پرندوں کی تصویروں اور ان کے نغموں کے محفوظ کرنے میں سرگرداں ہے، یہ جماعت گذشتہ فروری میں نیویارک سے روانہ ہوئی تھی اور اب تک امریکہ کے تمام حصوں کی خاک چھان رہی ہے، اس سفر کے دوران میں اس جماعت کے افراد نے بعض عجیب قسم کے پرندوں کا مشاہدہ کیا، مثلاً ایک ایسی چڑیا دیکھنے میں آئی جس کی چونچ ہاتھی کے دانت جیسی ہے، اب تک بہت سے پرندوں کے نغمے محفوظ کرلئے گئے ہیں، ان سائنسدانوں کے ساتھ دو گاڑیوں پر مشین اور آلات ہیں، نغموں کے محفوظ کرنے کا بہترین وقت صبح کا ہوتا ہے، جب کہ آفتاب کی شعاعیں پھیل نہ گئی ہوں، چار بجے صبح کو یہ جماعت اپنی مہم پر روانہ ہو جاتی ہے، ان کے ساتھ ایک خاص قسم کی گاڑی ہے، جس میں سونے اور رہنے کے لئے کمرے بنے ہوئے ہیں، گاڑی کے اوپر ایک چھت بنائی گئی ہے جو ضرورت کے وقت تہ کر دی جاتی ہے، اس چھت پر چڑھ کر فوٹوگرافر اپنے کیمرہ اور مائکروفون کے ساتھ زمین سے بیس فیٹ کی بلندی پر کھڑا نظر آتا ہے، یہاں پہنچ کر وہ اسی سطح سے تصویریں لے سکتا ہے، جس میں چڑیاں اپنے گھونسلے بناتی ہیں، اگر چڑیاں ایک ہزار فیٹ کی بلندی پر چہچہا رہی ہوں تو بھی ان کی آواز اس چھت پر چڑھ کر محفوظ کر لیجا سکتی ہے، ورنہ ۵۰۰ سے ۱۰۰ فیٹ تک کی بلندی کے نغموں کو تو آسانی سے محفوظ کر لیا جاتا ہے، یہ آوازیں سینما کی گویا تصویروں کی طرح فلم پر محفوظ کیجاتی ہیں، اور یہ سیدھی اور ہلکی لکیروں کی طرح فلم پر منقوش نظر آتی ہیں، اگر لکیریں موٹی اور گہری ہوں تو ان سے آواز کی بلندی ظاہر ہوتی ہے، بعض پرندے ایسے ہیں

جن کے نغموں کی آواز انسان کے نغموں سے زیادہ بلند ہوتی ہے، سب سے زیادہ بلند آواز اس چڑیا کی ہے جس کو انگریزی میں گراس ہاپر اسپیرو (Grass hopper Sparrow) کہتے ہیں، پرندوں کے نغموں کے محفوظ کرنیکا طریقہ مسٹر برینڈ (Brand) نے رائج کیا ہے، اور وہ اسوقت تک سینکڑوں قسم کے مشرقی پرندوں کی آوازیں محفوظ کر چکے ہیں،

ایک جدید لغت

میچیگان یونیورسٹی (امریکہ) کے ادارۂ تحقیق فنون اسلامی (Research Seminary in Islamic Art) کی طرف سے عنقریب ایک جامع اور مستند لغت مسلمان ماہرین فنون لطیفہ سے متعلق شائع ہونے والا ہے، اس کی تالیف میں ایک بڑی تعداد تمام دنیا کے فاضلوں کی شریک ہے، اس میں تمام اسلامی ملکوں اور زمانوں کے معماروں، خوشنویسوں، مصوروں، جلد سازوں، کوزہ گروں، دھات اور شیشہ کی چیزیں بنانے والوں، لکڑی اور پتھر پر کھودائی کا کام کرنے والوں، کپڑے اور قالین بننے والوں، وغیرہ وغیرہ پر حروف تہجی کی ترتیب کے ساتھ مستند مضامین ہوں گے، ہر مضمون میں مندرجۂ ذیل شقیں ہونگی:- (۱) آرٹسٹ کی مکمل سوانحعمری، (۲) اس کے آرٹ کی خصوصیات، (۳) اس کے مسلمہ نیز منسوبہ کاموں کی فہرست، مضمون کے ساتھ ہر آرٹسٹ کا فوٹو بھی شامل ہوگا، نیز اس کا ذکر جن کتابوں میں ہے ان کی مکمل فہرست بھی ہوگی،

ضبطِ تولید اور امریکہ

مغرب کے موجودہ معاشرتی مسائل میں سے ایک مسئلہ ضبط تولید ہے، جس پر مغرب کے اخبار و رسائل میں سرگرم مباحث رہتے ہیں، لیکن مغربی مدبرین نے اپنی سیاسی و جنگی ضرورتوں کی بنا پر اس تحریک کے مضرات محسوس کرلئے ہیں، چنانچہ آبادی بڑھانے کے لئے نت نئی ترغیبیں دیجاتی ہیں، بلکہ بعض حکومتوں نے اپنے جبری قوانین سے بھی اس تحریک کا انسداد کیا ہے، چنانچہ امریکہ میں بھی اس وقت انتناعی قوانین

نافذ ہیں، لیکن اس تحریک کے حامی بھی اپنی کوششوں سے باز نہیں آتے، اور قانونی جواز کی شکلیں پیدا کرنے کی تدبیریں نکالتے رہتے ہیں، اس سلسلہ میں ایک طبی مجلس کی روداد حسب ذیل ہے،

امریکن طبی انجمن کا ایک اجلاس نیوجرسی (اطلانٹک سیٹی، امریکہ) میں منعقد ہوا، جس میں تمام نمایندوں نے متفقہ طور پر یہ تجویز پیش کی کہ امریکہ کے تمام طبی مجالس ضبط تولید کے متعلق ڈاکٹروں کی طبی رائے اچھی طرح واضح کردیں، ریاست اور وفاقی حکومت کے بعض قوانین ایسے ہیں جن سے ضبط تولید غیر قانونی قرار دیا جاتا ہے، اس لحاظ سے ڈاکٹروں کی پوزیشن نہایت نازک ہوجاتی ہے، وہ ایسے موقعوں پر جب کہ ضبط تولید بقاء صحت کے لئے لازمی ہوجاتا ہے، اپنے مفید مشوروں کے دینے سے معذور رہتے ہیں، پھر ضبط تولید کے لئے لٹریچر بھی عوام کے لئے علانیہ فراہم نہیں کیا جاسکتا، اور حکومت اپنے حقوق کو کام میں لاکر بعض موقعوں پر ایسی مداخلت کرتی ہے، جو ڈاکٹروں کے خود داری پیشہ کے منافی ہوتی ہے، ان تمام نازک مرحلوں کو مد نظر رکھتے ہوئے امریکن طبی انجمن نے ایک کمیٹی مقرر کی ہے، جو اس مسئلہ پر طبی اور قانونی حیثیت سے غور کرکے آیندہ سال رپورٹ پیش کرے گی، اس کمیٹی کی رپورٹ ضبط تولید کی حمایت یا مخالفت میں ہوگی؟ یہ ابھی نہیں کہا جاسکتا، مگر اتنا ضرور ہے کہ اس رپورٹ کی سفارشات پر کچھ ایسے قوانین ضرور بنائے جائیں گے جن کو ضبط تولید کے حامی اب تک اپنی تمام کوششوں کے باوجود حکومت سے نافذ نہ کراسکے ہیں، امریکہ کی خواتین نے اس طبی مجلس کی تجویز کا پرجوش خیر مقدم کیا ہے، نیز بعض خواتین نے اس کی مذمت بھی کی ہے، چنانچہ ایک ڈاکٹر کی بیوی نے جو بیس سال تک ہیئت اجتماعیہ (سوسائٹی) کی خدمات انجام دے چکی ہے، اپنا یہ خیال ظاہر کیا کہ اس قسم کے قوانین محض تاجروں کو اس ضرورت کی دواؤں کے فروخت کرنے میں مدد دیںگے ایک دوسری خاتون نے یہ خیال ظاہر کیا کہ اس قسم کے قوانین وہی لوگ چاہتے ہیں جو متاہل زندگی بسر کرنا پسند نہیں کرتے ہیں،

"م ع"

ادبیات

خزانۂ رحمت

از حکیم الشعراء امجد حیدر آبادی،

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ

یعنی جمع کرنے کی چیزوں میں سب سے بہتر چیز خدا کی رحمت ہے

ڈیوڑھی نہیں، در نہیں، کہ دربان نہیں؟ بلبل نہیں، گل نہیں، کہ بستان نہیں

ہے جمع، جہان بھر کا ساماں گھر میں خاطر جمعی کا کوئی سامان نہیں

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ

جمعیتِ مال و زر میں حکمت کیا ہے تکلیف کی اس جمع میں، راحت کیا ہے

دولت، حاصل تو کی بڑی محنت سے یہ سوچو، کہ اب حاصلِ دولت کیا ہے

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ،

یہ دولت و ملک و مال سب فانی ہے فانی کی ہوس کمال نادانی ہے

وہ جمع کرو، کہ جس سے دل جمعی ہو یہ جمع تو موجب پریشانی ہے

وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُونَ

راحت کے لئے دردِ محبت بس ہے عزت کے لئے عشق کی ذلت بس ہے

لہ معارف:- آیت کا لفظی ترجمہ یہ ہے "اور تیرے رب کی رحمت ہر اس دولت سے بہتر ہے جسکو یہ لوگ جمع کرتے ہیں"

دولتمندوں کو، ہو مبارک دولت — امجد کے لئے خدا کی رحمت بس ہے

ورحمۃ ربک خیر مما یجمعون

جانے بھی دے اگر گئی دنیا — رنج ہی کیا، متاعِ کاسد کا

جمع سے تجھ کو کیا غرض امجد — تو ہے بندہ خدائے واحد کا

شاعر کی دعا

از جناب اسد ملتانی بی اے

یارب نگاہِ عقل کو ذوقِ جمال دے — ایمان و آگہی کو محبت میں ڈھال دے

دل خوش ہو تجھکو جان کے موجود ہر جگہ — اس کو ذرا تمیزِ فراق و وصال دے

روزِ ازل سے حسرتِ دیدار دل میں ہے — اے بادشاہِ حُسن! یہ حسرت نکال دے

تیرا نشاں ملے نہ ملے یہ مرا نصیب — تو مجھکو جستجو کے تو رستے پہ ڈال دے

مل جائے تو کہیں تو الٹ دوں تری نقاب — یہ ہمت اور یہ حوصلہ اور یہ مجال دے

دے وہ نظر جو حسن کو بے پردہ دیکھ لے

دے وہ زبان جو عشق کو لفظوں میں ڈھال دے

رباعیاتِ اثر

از جناب عبدالسمیع پال صاحب اثر صہبائی وکیل، سیالکوٹ

آغاز کی فکر ہے نہ انجام کا ڈر — مجھ کو نہیں عاقبت کے اوہام کا ڈر

ڈرتا ہوں تو اپنے دل کی بدمستی سے — ڈر ہے دلِ دیوانہ خود کام کا ڈر

ہوں عرصۂ زندگی میں سرگرمِ ستیز — جنگِ حق و باطل سے نہیں راہ گریز

ہشیار اے راہروانِ حق! جادۂ حق — باریک ہے بال سے تو تلوار سے تیز

بابُ التقریظِ والانتقاد

اردو کے نئے رسالے

اس ششماہی (جنوری تا جون ۳۵ئہ) میں ہمیں ذیل کے نئے رسالے ریویو کیلئے موصول ہوئے،

شاہکار لاہور (ماہانہ مصور) اڈیٹر پروفیسر تاجور نجیب آبادی، جوائنٹ اڈیٹر جناب ن م راشد ایم اے، ۲، صفحات، تقطیع ۲۰×۲۶/۸ قیمت سالانہ ۶ ؎ ، پتہ :- دفتر اردو مرکز، لاہور،

مولینا تاجور اردو کے کہنہ مشق صاحبِ قلم، اور اب تک متعدد رسالوں کے بانی اور مورث ہو چکے ہیں، رسالہ شاہکار انہی کے تجربہ کار ہاتھوں سے ترتیب پاتا ہے، صفحات اداریہ وغیرہ کے علاوہ چند مستقل عنوانات ہیں مثلاً "موازنہ" کے عنوان سے کسی ایک عہد کے دو باکمال حریفوں کو روشناس کیا جاتا ہے، ایک دو نمبروں میں میر و سودا کے حریفانہ معرکوں کا ذکر آیا ہے، "مشاہیر عالم" کے عنوان سے دورِ حاضر کی اہم شخصیتوں کا تعارف کرایا جاتا ہے، "تعلیمی ادارات" کے ذیل میں مغربی و مشرقی یونیورسٹیوں اور مدرسوں کا ذکر آتا ہے، "تعلیمات" کے عنوان کے موجودہ نظامِ تعلیم اور طریقِ تعلیم وغیرہ پر مباحث ہوتے ہیں، "اصلاحات" کی سرخی کے نیچے ہندوستان کی معاشرتی خامیوں پر نگاہ ڈالی جاتی ہے، مثلاً "ہندوستان میں عاملوں" کی فریب کاریوں، اور ان کے متعلق اپنے ذاتی معلومات اور تجربے بیان کئے ہیں اسی طرح جھوٹے اشتہاروں کی نقلی دواؤں کے جو اثرات لوگوں کے اخلاق و معاشرت اور صحت پر پڑتے ہیں ان سے آگاہ کیا ہے، اسی طرح مولینا تاجور کے قلم سے اردو زبان کی ایک مفصل تاریخ باقساط نکل رہی ہے اچھے مضامین اور دلچسپ افسانے بھی خاصے اور پڑھنے کے لائق ہوتے ہیں، شاہکار اردو رسائل میں ایک مفید اور دلچسپ اضافہ ہے، ظاہری شکل و صورت اور لکھائی چھپائی بھی اچھی ہے، خدا کرے یہ قائم رہکر اردو زبان کی مفید خدمات انجام دیتا رہے، اور ادبی دنیا کی طرح اسکے سر بھی کوئی آفت نہ آئے،

فاران بجنور (ماہانہ) اوڈیٹر مولانا سعید انصاری، ۸۰ صفحے، قیمت سالانہ ع۳ ہر پرچہ ۴ر پتہ:- دفتر
فاران، مدینہ پریس، بجنور (یوپی)

یہ رسالہ مولانا سعید انصاری سابق رفیق دار المصنفین کی ادارت اور مولوی محمد مجید حسن صاحب مالک اخبار مدینہ کی ملکیت میں ماہ اپریل ۱۹۳۵ء سے نکلا ہے، اس کا مقصد مسلمانوں کی دینی خدمت کرنا، اور مغرب زدہ حلقہ کے ذہنی و فکری شکوک و شبہات کو دور کرنا ہے، اس وقت تک اس کے تین نمبر نکل چکے ہیں، اور یہ دیکھ کر خوشی ہوئی، کہ میانہ روی اور خوش اسلوبی کے ساتھ اپنے مقاصد کو پورا کر رہا ہے، رسالہ کے مضامین چند مستقل عنوانوں "شذرات" "مقالات" "سوال و جواب" "درسگاہ" "مدرسہ" "ادبیات" اور "مطبوعات جدیدہ" میں تقسیم ہوتے ہیں، "مقالات" میں عام فہم دینی، تنقیدی، اور ادبی مضامین نکلتے ہیں، جیسے "الدین یسر" "ایک خدا کا ایک مذہب" ادبی مضامین میں اصغر کی شاعری پر تبصرہ کرتے ہوئے انکا نیا دیوان تقریباً پورا نقل کر دیا ہے، مدیر فاران کا وطن فتحپور ہے، اتفاق کی بات اس قصبہ سے منسوب بعض صاحب قلم کی تحریریں ایک ماہانہ رسالہ کے ذریعہ اردو زبان میں زہر پھیلایا کرتی ہیں، قدرت نے اسی قصبہ کے اس دوسرے صاحب قلم کو اس کا تریاق مہیا کرنے پر مامور کر دیا ہے، چنانچہ انہی چند اشاعتوں میں "مسئلۂ امامت و خلافت" "کیا اسلام اور مجوسی مذہب ایک ہیں؟" وغیرہ عنوانوں سے دلچسپ و پر معلومات مضامین نکل چکے ہیں، "سوال و جواب" کے صفحوں میں دینی و علمی شکوک و شبہات کے معقول جوابات دیئے جاتے ہیں، "علامہ شبلی کی تحقیقی غلطیاں" کے عنوان سے دلی کے ایک رسالہ میں جو مضامین نکلے تھے، ان پر التفات کر کے ان کی حقیقت کا پردہ بڑی خوبی سے چاک کیا گیا ہے، تاہم بعض سوالوں مثلاً کشمیر میں جناب مسیح کی قبر کے جواب میں جو کچھ کہا گیا ہے، وہ حقیقت سے زیادہ مصلحت پر مبنی معلوم ہوتا ہے، فاران کے لائق مدیر کو اردو ادب و انشاء کا خاص ذوق ہے، لیکن دراصل اردو کو وسیع ہندوستانی زبان بنانے کیلئے ضروری ہے، کہ زبان کو آسان اور طرز ادا کو سادہ کیا جائے، خدا کرے کہ رسالہ زندگی پائے اور ملت کیلئے مفید ثابت ہو،

شاہکار بجنور (ماہانہ) ادارہ مولوی حامد الانصاری غازی جناب محی الدین، قائم، بی اے،
شبیر حسین صاحب بی اے، ۶۴ صفحے، کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی، قیمت سالانہ ہے، عہر
پتہ:- دفتر شاہکار، بجنور، (یوپی)

یہ علمی و ادبی رسالہ ہے، کارکنان رسالہ پرچہ کو دلچسپی سے مرتب کرتے ہیں، مختلف قسم کے اچھے مضامین ہوتے ہیں، سیاسی مسائل پر بھی گفتگو کی جاتی ہے، پہلے نمبر میں "مسلم سائنس داں" اور "محمد تغلق کی ہندو نوازی" مدیروں کے دلچسپ مضامین ہیں، موخر الذکر مضمون دراصل عہد تغلق کی مدنیت پر ہے، اور مضمون کے عنوان کی رعایت سے جا بجا فقرے بڑھائے گئے ہیں،

الشمس پٹنہ (سہ ماہی) ادارہ جناب سید احمد عروج قادری و محمد حفیظ الرحمن صاحب آرج،
۴۸ صفحے، قیمت سالانہ عہ پتہ: منیجر الشمس مدرسۂ اسلامیہ شمس الہدیٰ، پٹنہ،

ہمارے سابق رفیق دار المصنفین مولانا حاجی معین الدین صاحب ندوی جب سے مدرسہ اسلامیہ شمس الہدیٰ پٹنہ کے عہدۂ اہتمام پر گئے ہیں، وہاں کے طلبہ میں ایک نئی زندگی پیدا ہو گئی ہے، چنانچہ موصوف کی تحریک سے مولانا سید عبد السبحان صاحب ندوی استاذ ادب کی نگرانی میں طلبہ کا ایک علمی و ادبی سہ ماہی رسالہ الشمس جاری ہوا ہے، تاکہ ان میں علم و ادب کی تحقیق، مضمون نویسی کی مشق اور انشاء پردازی کا ذوق پیدا ہو، پہلا رسالہ ماہ مارچ ۱۹۳۵ء میں نکلا ہے، جس میں بیشتر طلبہ کے مذہبی، تاریخی اور ادبی مضامین ہیں، اور ان کے لحاظ سے بیحد امید افزا ہیں، امید ہے کہ وہ اپنے شفیق استاذ کی نگرانی میں رسالہ کو ترقی کے عروج پر پہنچائیں گے،

صبح امید، لودھیانہ (ماہانہ) اڈیٹر جناب لال گوپال متل، بی اے، ۴۸ صفحات، قیمت سالانہ ع۲ر
پتہ:- نمبر ۲، ویکفیلڈ گنج، لودھیانہ،

یہ ایک ادبی رسالہ ہے، جو علمی ادبی اور تعلیمی رسالہ کے عنوان سے چھپتا ہے، لائق مدیر کا مقصد

ادبیات اردو کی نشر و اشاعت اور تحفظ و صیانت" ہے، یہ دیکھکر خوشی ہوئی، کہ ابھی ہمارے ہندو بھائیوں میں ایسے لوگ موجود ہیں، جو اردو کو ملک کی مشترکہ زبان سمجھ کر اوس کی خدمت کا جوش و ولولہ رکھتے ہیں، رسالہ کے مضامین خاصے دلچسپ ہیں، بعض مضامین (مثلاً طوائف اور ایکٹرس) میں قلم کی شوخی و بیباکی حد سے گذر گئی ہو،

غزال، لاہور، (ماہانہ) ادارہ جناب چوہدری عبد الرشید تبسم، حکیم محمد طالب صاحب و محمد عمر فاروق صاحب ایم اے، ۸۰ صفحات، قیمت للعہ، پتہ:- ماہنامہ غزال لکڑ منڈی اندرون اکبری دروازہ، پوسٹ بکس نمبر ۱۸۶، لاہور،

یہ ادبی رسالہ ہو جو ماہ مارچ ۳۵ءسنہ سے نکلا ہے، مختلف نوعیت کے سنجیدہ مضامین اور دلچسپ طبعزاد افسانے شائع ہوتے ہیں، نظموں کا معیار بھی خاصہ ہو، تاہم کہیں کہیں مشہور صنف انشار "ادب لطیف" کے شہ پارے بھی نظر آجاتے ہیں امید ہے کہ رسالہ ترقی کریگا،

ارمغان کراچی (ماہانہ) اڈیٹر جناب سید لیاقت حسین صاحب تمنا، میرٹھی، ۴۸ صفحے، قیمت سالانہ عا، ہر پرچہ ۳ر، پتہ نمبر ۱ کچہری روڈ، کراچی،

یہ رسالہ کراچی سے اردو کی خدمت کیلئے نکلا ہو، اور چند ماہ سے جاری ہو، رسالہ میں تاریخی و ادبی مضامین نظم و نثر ہوتے ہیں، رسالہ توجہ سے مرتب کیا جاتا ہو،

ادب لطیف، لاہور، (ماہانہ مصور) اڈیٹر جناب چودھری برکت علی، بی اے، دار الاشاعت، پنجاب، بک ڈپو، لوئر مال، نمبر ۵ لاہور، ۷۶ صفحے، قیمت سالانہ ے، ہر پرچہ ۵ر

یہ ادبی رسالہ ہے، مختصر افسانوں، چھوٹے چھوٹے ادبی مضامین، اور ادب لطیف کے جواہر پاروں کا مجموعہ ہوتا ہے، مضمون نگاروں میں ممتاز و روشناس اہل قلم میں سے جناب قاضی عبد الغفار صاحب

اور جناب منظور حسین ماہر القادری وغیرہ ہیں، اور شعراء میں اختر شیرانی، اختر انصاری اور عبد اللطیف تپش وغیرہ ہیں، رسالہ کا کاغذ نفیس اور لکھائی چھپائی عمدہ ہو،

دین و دنیا دہلی (ماہانہ مصور) اڈیٹر جناب شوکت علی فہمی، حجم ۸۰ صفحے، تقطیع ۲۰×۳۰/۴، قیمت سالانہ عہ، پتہ رسالہ دین و دنیا، جامع مسجد دہلی،

دین و دنیا دہلی کا پرانا رسالہ ہو، اب اس نے نیا قالب اختیار کیا ہے، صوری و معنوی دونوں حیثیتوں سے اس میں تبدیلی ہو گئی ہے، رسالہ اپنے اگلے قالب میں مضامین کے اعتبار سے اپنے نام کے پہلے جزو "دین" کی طرف مائل تھا، اب اوس کی بیشتر توجہ اپنے نام کے دوسرے جزو "دنیا" کی طرف مبذول ہو گئی ہے، اور اس کے مستقل عنوانات کے ماتحت سیاست، اخلاق و اصلاح، تاریخ و ادب، علوم و فنون، سیرت و سوانح، سینما، اور نسائیات وغیرہ سے متعلق مضامین چھپتے ہیں، اور اوسط درجہ کا اچھا خاصہ ماہنامہ ہے،

کامران، دہلی، (ہفتہ وار) ادارہ جناب شاہد احمد بی اے، و فضل حق صاحب قریشی، ۱۶ صفحے، قیمت سالانہ ے، ہر پرچہ ار، پتہ دفتر کامران دہلی،

یہ مختصر تفریحی ادبی مصور ہفتہ وار صحیفہ ہے، رسالہ کو دلچسپ بنانے کی کوشش کیجاتی ہے،

تبصرہ لاہور، مدیر جناب محمد یعقوب حسن خان، مقام اشاعت دار الادب پنجاب بارود خانہ اسٹریٹ، لاہور، قیمت سالانہ عہ، ہر پرچہ ۲ر

یہ تنقیدی رسالہ ہے، جس میں صرف اردو کی نئی مطبوعات پر نقد و تبصرہ کیا جاتا ہے، فروری ۳۵ءسنہ کا پرچہ سامنے ہے، اس میں بعض مطبوعہ اور بعض زیر طبع کتابوں کا تذکرہ کیا گیا ہے، یہ رسالہ مفید اور کار آمد ہو سکتا ہے، بشرطیکہ اسے تجارتی فہرست کتب کی شان سے بلند رکھا جائے،

اتحاد اسلام، لاہور (ماہانہ) اڈیٹر جناب حکیم محمد اقبال صاحب قریشی، ۲۶ صفحے، قیمت عہ، پتہ محلہ شیخان اندرون بھاٹی دروازہ، لاہور

یہ رسالہ مسلمانوں کو فرقہ وارانہ تنازعات کے چھوڑنے اور اتحاد و یک جہتی پیدا کرنے کی دعوت دینے کیلئے نکلا ہے، لیکن اتحاد اسلامی کے داعی بنکر ایک خلافی مسئلہ حضرت عیسیٰ ع کی "ولادت کو باپدر تسلیم" کرنے کی تلقین کرنا اپنے اصل مقصد کے فوت کرنے کے مترادف ہی،

انوار السیادت لاہور، (ماہانہ) ادارہ جناب سید غلام عباس صاحب جعفری ایم اے علیگ ۴۰ صفحے، قیمت سالانہ عہ، پتہ:۔ دفتر انوار السیادت موہنگ، لاہور،

مسلمانوں کے مختلف قبیلوں اور برادریوں کو دیکھ کر پنجاب کے بعض سادات کو بھی اپنی جماعتی تنظیم کرنے کا خیال پیدا ہوا، اور انجمن سادات پنجاب کے نام سے اونھوں نے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی، یہ رسالہ اسی انجمن کی سرپرستی میں نکلتا ہے، اس کے پہلے نمبر میں جناب سید عطاء اللہ صاحب حسنی بیرسٹر ایٹ لا نے تنظیم سادات پر امکانی اعتراضات کے جوابات دیئے ہیں، کارکنان انجمن، سادات کی تنظیم، ان میں سیاسی بیداری، اور اقتصادی مرفہ الحالی پیدا کرنا چاہتے ہیں، اور پنجاب اور صوبہ سرحد میں فوج کی ملازمت میں داخلہ کیلئے سادات پر جو بعض امتناعی پابندیاں عائد ہیں، یہ انجمن انھیں دور کرنے کی کوشش میں مصروف ہی، رسالہ کے ہر نمبر میں ہندوستان کی کسی ذی مرتبت سید کے سوانح حیات بھی التزاماً چھپتے ہیں

معلومات آگرہ (ماہانہ مصور) اڈیٹر جناب مہاشے عبد الکریم صاحب مجاہد نظامی ۴۰ صفحے قیمت سالانہ عہ

یہ آگرہ کی نو مسلم تبلیغی جماعت کا آرگن ہے، جسمین مختلف قسم کے مفید مذہبی اور مناظرانہ مضامین چھپتے ہین، نیز سیاسی مسائل پر اظہار رائے کیا جاتا ہی،

صدائے نسوان، دہلی، (ماہانہ مصور) اڈیٹر جناب بزمی الہ آبادی، ۴۸ صفحے، قیمت سالانہ عار، ہر پرچہ ۳ر، پتہ:۔ دفتر صدائے نسوان، چوڑی والان، دہلی،

یہ ایک اسلامی زنانہ رسالہ ہے، جو علیا حضرت نواب سلطان جہان بیگم مرحومہ سابق فرمانروائے بھوپال کی یادگار اور بیگم مولانا محمد علی مرحوم کی سرپرستی میں نکلا ہے، اور دہلی کے متمول رئیس زادے جناب سعید الرحمن صاحب نے اوسکی مالی امداد قبول کی ہی، رسالہ کے اجراء کا مقصد مسلمان عورتوں کو اسلامی تہذیب کی طرف بلانا، اور مغرب کی

کورانہ تقلید سے روکنا ہے، ہر ماہ مفید اسلامی مضامین چھاپے جاتے ہین، اور ان میں صحیح اسلامی جذبات و تعلیمات کی ترجمانی کی جاتی ہے، دوسرے مضامین بھی اچھے خاصے مفید اور دلچسپ ہوتے ہیں، مثلاً ایک مضمون میں عہد سلف کی خواتین کے خطبات درج کئے گئے ہین، اسی طرح ایک دوسرے مضمون میں امام رازی، غزالی، ابن عربی، اور امام اعظم کی ازواج کی رائیں ان ائمہ کے متعلق، اور ان ازواج کے طریق زندگی کے حالات لکھے گئے ہین، اسی طرح ممتاز خواتین کے سوانح حیات درج کئے جاتے ہین، پھر امور خانہ داری، صحت و تندرستی وغیرہ پر عورتوں سے متعلق مضامین ہوتے ہیں، نسوانی دنیا کی خبریں اہتمام سے درج کیجاتی ہیں، اور ان پر اسلامی نقطۂ نظر سے رائے زنی کیجاتی ہے، افسانے بھی عورتوں کے پڑھنے کے لائق اور دلچسپ ہوتے ہیں، مجموعی حیثیت سے عورتوں کیلئے یہ ایک کارآمد اور دلچسپ اور شریف گھرانوں مین پڑھے جانے کے لائق ہے،

لیلیٰ لاہور، (مصور ماہانہ) اڈیٹر جناب حکیم یوسف حسن، سید فرید صاحب جعفری، و جناب وزیر بیگم صاحبہ، ضیا ادیب فاضل ۲، صفحے، قیمت سالانہ للعہ، ہر پرچہ ۵ر، پتہ دفتر نیرنگ خیال لاہور،

لاہور کے معروف ادبی رسالہ نیرنگ خیال میں عورتوں سے متعلق اور عورت انشا پردازوں کے لکھے ہوئے مضامین چھپتے رہتے تھے، اب اس دفتر سے لیلیٰ کے نام سے ایک مستقل زنانہ رسالہ آغاز سال سے جاری کیا گیا ہے، رسالہ کو دلچسپ بنانے کی کوشش کیجاتی ہے، اکثر مضامین مفید اور دلپسند ہوتے ہیں، اور ان میں معاشرت، تہذیب، تربیت اولاد وغیرہ کی اصلاحی تدابیر بتائی جاتی ہین، ادبی مضامین اور افسانے بھی عورتوں کے پڑھنے کے لائق ہوتے ہیں، امید ہے، کہ یہ رسالہ ترقی کرے گا،

نسوانی دنیا، لاہور، (ماہانہ مصور) اڈیٹر جناب عنایت اللہ خان صاحب، ۴۸ صفحات، کاغذ اور لکھائی چھپائی اچھی، قیمت سالانہ سے ر، ہر پرچہ ۴ر، پتہ:۔ صدیقی اسٹریٹ شیرانوالہ دروازہ لاہور،

یہ نسوانی رسالہ ماہ مارچ ۳۵ء سے نکلا ہے، رسالہ کے مضامین ادبی، اصلاحی اور تعلیمی ہوتے ہین، عورتوں سے متعلق "امور خانہ داری" "تربیت اولاد" "حفظان صحت" اور "دست کاری" وغیرہ رسالہ کے مستقل عنوانات ہیں

"ر"

مطبوعات جدیدہ

آزادی، مترجمہ جناب سعید انصاری بی اے، (جامعہ) ناشر اردو اکاڈمی، جامعہ ملیہ دہلی، صفحے مع مقدمہ ۲۴۴ قیمت درج نہیں،

یہ کتاب لندن کے مشہور فلسفی جان اسٹوارٹ مل کی مشہور تصنیف لبرٹی کا ترجمہ ہے، جو نہایت صاف وشستہ اردو میں کیا گیا ہے، آزادی کے لفظ سے عام طور پر سیاسی آزادی کا مفہوم سمجھا جاتا ہے، لیکن مل نے اس کتاب میں سیاسی آزادی سے بحث نہیں کی ہے، بلکہ انفرادی آزادی سے بحث کی ہے، یعنی قوم و حکومت کا فرض یہ ہے، کہ وہ قومی ترقی کیلئے آزادی افراد کا بھی خیال رکھیں، اس موضوع پر اوس نے چار عنوانات میں بحث کی ہے، (۱) آزادی خیال ومباحثہ، (۲) انفرادیت بہبود انسانی کا ایک ذریعہ ہے (۳) فرد پر جماعت کے اختیارات کے حدود، (۴) مثالین،

جناب پروفیسر محمد مجیب بی اے، (اکسن) نے اس پر ۵۴ صفحے کا ایک پرمغز مقدمہ لکھا ہے جسمین آزادی کے متعلق مل کے فلسفیانہ خیالات پر مفصل بحث کی ہے،

عصر جدید، مصنفہ جانکی پرشاد صفحات ۳۰، قیمت اور پتہ درج نہیں،

اس رسالہ میں اعلیٰ حضرت آصفجاہ سابع میر عثمان علی خان سلطان دکن کے عہد مبارک میں ریاست حیدرآباد نے جن جن شعبون میں ترقی کی ہے، اون کی تفصیل کی گئی ہے، شروع میں اعلیٰ حضرت اور شہزادگان والا تبار کی مختصر سوانح عمریان بھی درج ہیں، کتاب عہد عثمانی کی تمدنی ترقیوں کا آئینہ ہے، ہمارے ہندو صاحب قلم کا یہ بیان خاص طور پر پڑھنے کے لائق ہے، جو مذہبی رواداری کے عنوان سے لکھا گیا ہے،

اس میں دکھایا ہے کہ ہندوؤن کے تقریباً ۱۲ ہزار مذہبی ادارون کو مختلف شکلوں میں وظائف دیئے جاتے ہیں، اس کے مقابلہ میں اسلامی مذہبی ادارون کی تعداد صرف پونے پانچہزار ہے،

مثنوی رموز العارفین، مصنفہ میر حسن دہلوی مع مقدمہ تاریخی وانتقادی از مولوی سید احمد اللہ قادری، صفحات ۷۱، قیمت عار

عاشقانہ مثنویوں میں میر حسن کی مثنوی سحر البیان نہایت مشہور اور بار بار چھپ چکی ہے، لیکن انھون نے تصوف میں ایک دوسری مثنوی رموز العارفین کے نام سے لکھی تھی، جس سے اکثر لوگ ناواقف تھے، اور مختلف کتب خانوں میں صرف اوس کے قلمی نسخے پائے جاتے تھے، مولوی سید احمد اللہ قادری نے اب اوسکا ایک نہایت عمدہ اڈیشن چھاپ کر شائع کیا ہے، اور شروع میں میر حسن کے حالات اور ان کی تصنیفات پر مقدمہ کی صورت میں ایک نہایت مفصل مضمون لکھا ہے، جو نہایت محققانہ ہے،

آرسی، از مولوی نثار حسین خان شیدا، صفحات ۲۲۰ قیمت عار پتہ جناب مقبول حسین خان دریاآباد، الہ آباد،

ریختی غزل کی ایک بگڑی ہوئی صورت ہے، جس میں زنانہ زبان میں زنانہ جذبات وخیالات ظاہر کئے جاتے ہیں، متوسطین شعرائے اردو کے دور میں اس صنف نے ترقی کی تھی، اور سعادت یار خان رنگین سید انشا، اور جان صاحب نے اس میں خاص طور پر نام پیدا کیا تھا، دور حاضر میں مولوی نثار حسین خان شیدا ریختی گو الہ آبادی نے ان متوسطین شعراء کی یاد تازہ کی ہے، اور اس صنف میں اپنا مستقل دیوان شائع کیا ہے، جو شاید کسی جماعت کی تفریح کا ذریعہ بن سکے، دیوان بغیر کسی مقدمہ ودیباچہ کے شائع ہوا ہے،

دردِ زندگی، از جناب احسان بن دانش صفحات ۲۴۴ قیمت عار پتہ ذیشان بکڈپو مزنگ لاہور

یہ جناب احسان بن دانش کی نظمون کا مجموعہ ہے، جسمین سیکڑوں موضوع پر اظہار خیال کیا گیا ہے، اخیر مین جناب احسان کے حالات زندگی ہیں، جناب احسان کی طبیعت مین زور ہے، اور زبان

پر قدرت رکھتے ہیں، اسلئے ان کی ہر نظم پر جوش اور پر کیف ہے، اور موجودہ شعراء کی طرح محض لفاظی اور غالب کی نقالی سے کام نہیں لیا گیا ہے،

اختلافات مرزا مؤلفہ مولوی حافظ نور محمد خان مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور صفحات ۴۴ قیمت ۱مر

اس رسالہ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متعارض و متناقض اقوال کو جمع کرکے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ وہ پیغمبر نہ تھے، کیونکہ قرآن مجید سے ثابت ہے کہ خدا کے کلام اور انبیاء علیہم السلام کے کلام میں اختلاف و تناقض نہیں ہوتا، رسالہ کی زبان مناظرانہ ہے،

الاعلام المرفوعہ فی حکم الطلقات المجموع، مصنفہ مولانا حبیب الرحمن صاحب اعظمی صدر مدرس مفتاح العلوم مئو ضلع اعظم گڈھ صفحات ۳۲ قیمت درج نہیں،

اس رسالہ میں دکھایا گیا ہے، کہ اگر مجلس میں تین طلاقیں دی جائیں، تو طلاق دینے والے کو حق رجعت باقی نہیں رہتا، فرقۂ اہلحدیث اس کا مخالف ہے، اور اس رسالہ میں اس فرقہ کے دلائل کی تردید بھی کی گئی ہے،

تذکرہ قوم کوکنی، حصہ اول مؤلفہ منشی عبد الحمید خان بوہرے، صفحات ۵۶، قیمت ۸ر ملنے کا پتہ درج نہیں،

اس رسالہ میں کوکنی قوم کے تاریخی حالات جمع کئے گئے ہیں اور ان کے تمدنی و معاشی حالات لکھے ہیں،

تحفۂ سعدیہ، مرتبہ جناب مرزا احمد نذیر عرشی دھنولوی دھنولہ، ریاست نابھ (پنجاب) صفحات ۱۰۴، بلا قیمت،

اس رسالہ میں شاہ ابو اسعد احمد خان (پنجاب) کے حالات، اخلاق و عادات، علمی نکات، اور ملفوظات جمع کئے گئے ہیں،

"ع"

جلد ۳۶ | ماہ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ مطابق ماہ ستمبر ۱۹۳۵ء | عدد ۳

مضامین